بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورہ یونس:۶۲)

مختصر حالات بزرگان

چشت اہل بہشت

(المعروف بہ "سرکار غریب نوازؒ")

تالیف لطیف

قطب الہند حضرت مولانا الحاج حکیم احمد حسن منورویؒ

(۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء - ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء)

تحقیق وحواشی

اختر امام عادل قاسمی

(نبیرۂ حضرت مؤلفؒ)

مفتی ظفیر الدین اکیڈمی جامعہ ربانی منورواشریف بہار الہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورہ یونس:۶۲)

مختصر حالات بزرگان

چشت اہل بہشت

(المعروف بہ "سرکار غریب نوازؒ")

تالیف لطیف

قطب الہند حضرت مولانا الحاج حکیم احمد حسن منورویؒ

(۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء - ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء)

تحقیق وحواشی

اختر امام عادل قاسمی

(نبیرۂ حضرت مؤلفؒ)

مفتی ظفیر الدین اکیڈمی جامعہ ربانی منورواشریف بہار الہند

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت (المعروف به "سرکار غریب نواز")

تالیف : قطب الہند حضرت مولانا حکیم سید احمد حسن منورویؒ

تحقیق و حواشی: اختر امام عادل قاسمی (نبیرۂ حضرت مؤلفؒ)

سن اشاعت: ۱۴۴۲ھ / ۲۰۲۰ء

صفحات: 88

قیمت: 60

ناشر: جامعہ ربانی منورواشریف، پوسٹ سوہما، ضلع سمستی پور بہار

ملنے کے پتے

☆مفتی ظفیر الدین اکیڈمی، جامعہ ربانی منورواشریف، پوسٹ: سوہما، وایا: بتھان، ضلع سمستی پور ، بہار، 848207-رابطہ نمبرات: 9934082422 - 9473136822 ویب سائٹ:

www,jamiarabbani.org email. Jamia.rabbani@gmail.com

☆مکتبہ الامام، سی 212، شاہین باغ، ابو الفضل انکلیو پارٹ ۲، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی 25

خانقاہ چشت میں جس نے قدم پہلا رکھا
دوسرا اس کا قدم یارو! فنا فی اللہ ہوا
"قاب قوسین" اس کے آگے ایک "ادنیٰ" ہے مقام
واں پہونچ کر کچھ نہ پوچھو کیا سے کیا وہ کیا ہوا[1]

---

[1]- یہ معروف شاعر محبت و معرفت علامہ رازاحمد المعروف بہ "شاہ نیاز احمد بریلویؒ (ولادت: ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۶۰ء بمقام سرہند–وفات ۶/ جمادی الثانیہ ۱۲۵۰ھ مطابق ۹/ اکتوبر ۱۸۳۴ء بمقام بانس بریلی) کے اشعار ہیں، البتہ پہلے شعر کا مصرعہ ثانی "دیوان نیاز میں اس طرح ہے" دوسرا اس کا قدم پھر عرش کے بالا پڑا" (دیکھئے: دیوان نیاز بے نیاز ص ۸ ناشر: شاہ محمد حید راطہر میاں نیازی، جولائی ۲۰۰۴ء)۔ حضرت منورویؒ نے کچھ ترمیم کے ساتھ اس کو شامل کیا ہے۔

☆دوسرے شعر میں آیت کریمہ فکان قاب قوسین او ادنیٰ (النجم: ۹) سے تلمیح کی گئی ہے، اوراس میں "ادنیٰ" سے مراد اقرب ہے، یہ بھی ایک مقام ہے، یہ اردو زبان کا ادنیٰ نہیں ہے، اس میں شاعر نے مقامات قرب اور فنائیت کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۵

سرکار غریب نواز قدس سرہٗ

خانقاہِ چشت میں جس نے قدم پہلا رکھا
دُوسرا اسکا قدم یارو فنافی اللہ ہوا
قاب قوسین اس کے آگے ایک ادنیٰ ہی مقام
واں پہونچکر کچھ نہ پوچھو کیا سے کیا وہ کیا ہوا

مولفہ
احمد حسن قادری چشتی نقشبندی مجددی دربھنگوی

باہتمام
جناب محمد لقمان صاحب قادری چشتی عرف بیگھو مقام مانٹکول
ڈاک خانہ ڈالکولہ ضلع پچھم دیناجپور۔

قیمت :- عہ/ روپیہ

کتاب کی پہلی اشاعت کے ٹائیٹل کا عکس، جو ۱۰ / نومبر ۱۹۶۱ء کو جہانگیر پریس کشن گنج سے طبع ہوئی تھی، اور اس کی کتابت جناب خلیل احمد پورنویؒ نے کی تھی۔

مندرجات کتاب

صفحات	مضامین	سلسلہ نمبر
۱۱	تعارف کتاب	۱
۱۲	کتاب کی پہلی اشاعت	۲
۱۴	کتاب کی دوسری اشاعت اور خصوصیات	۳
۱۶	تمہید از مؤلف	۴
۱۸	تصوف کی ہمہ گیری	۵
۱۹	مولائے کائنات حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ	۶
۱۹	امام الاولیاء حضرت خواجہ حسن بصریؒ	۷
۲۰	حضرت شیخ عبد الواحد بن زیدؒ	۸
۲۱	حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ	۹
۲۱	حضرت سلطان ابراہیم بن ادہمؒ	۱۰
۲۲	حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ	۱۱
۲۳	حضرت شیخ ہبیرہ بصریؒ	۱۲
۲۳	شیخ المشائخ حضرت ممشاد علوی دینوریؒ	۱۳
۲۴	شمس الاولیاء حضرت خواجہ اسحاق شامیؒ	۱۴
۲۵	حضرت سیدنا خواجہ احمد ابدال چشتیؒ	۱۵
۲۵	حضرت سیدنا شیخ ابو محمد چشتیؒ	۱۶
۲۶	حضرت خواجہ سیدنا ابو یوسف چشتیؒ	۱۷

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۱۸	حضرت سیدنا خواجہ مودود چشتیؒ	۲۶
۱۹	حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ	۲۷
۲۰	حضرت سیدنا خواجہ عثمان ہارونیؒ	۲۷
۲۱	حضرت سیدنا خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتیؒ	۲۸
۲۲	ولادت وخاندان	۲۸
۲۳	سلسلۂ پدری	۲۹
۲۴	نسب نامہ مادری	۳۰
۲۵	ولادت سے پیشتر حیرت انگیز کرامت کا ظہور	۳۰
۲۶	تعلیم وتربیت	۳۱
۲۷	ایک مرد مجذوب سے ملاقات	۳۲
۲۶	حضرت خواجہ بزرگؒ کے پیر طریقت	۳۳
۲۹	سیر وسیاحت	۳۴
۳۰	ایک منکر صوفیاء حکیم صاحب کی اصلاح اور بیعت	۳۶
۳۱	سرکار غریب نواز کا سفر حج	۳۷
۳۲	بارگاہ رسالت سے ہندستان کو روانگی کا حکم	۳۸
۳۳	خواجہ غریب نوازؒ کی حجاز سے واپسی	۳۸
۳۴	اجمیر کا حال	۴۱
۳۵	سرکار غریب نواز اجمیر میں	۴۱

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۳۶	بچھیا دودھ دینے لگی	۴۲
۳۷	پجاریوں کے چہرے فق ہوگئے	۴۲
۳۸	جے پال جوگی کو شکست فاش اور قبول اسلام	۴۳
۳۹	شادی دیو جن کا قبول اسلام	۴۵
۴۰	پرتھوی راج کا غصہ	۴۵
۴۱	غیبی طاقت کا ادنیٰ کرشمہ	۴۶
۴۲	سرکار غریب نوازؒ شادی دیو کی قیام گاہ پر	۴۷
۴۳	شہاب الدین غوری کا لشکر	۴۷
۴۴	سلطان شہاب الدین خواجہ غریب نوازؒ کے قدموں پر	۵۰
۴۵	شان فقر و درویشی	۵۱
۴۶	سرکار غریب نواز کی ازواج و اولاد سعیدہ	۵۳
۴۷	سرکار غریب نواز کے چند ممتاز خلفاء	۵۴
۴۸	کرامات خواجہ	۵۵
۴۹	شمس الدین التمشؒ کی بادشاہت کی پیش گوئی	۵۵
۵۰	ارادۂ قتل سے باخبر ہوگئے	۵۵
۵۱	آپ کی دعا سے مردہ زندہ ہوگیا	۵۶
۵۲	ولی کی علامات	۵۶
۵۳	سرکار غریب نواز کا وصال	۵۶

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۵۴	حضرت خواجہ قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کا کیؒ	۵۷
۵۵	حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ	۶۱
۵۶	بابا صاحب مسند خلافت پر	۶۳
۵۷	ازواج و اولاد	۶۴
۵۸	وصال پر ملال	۶۵
۵۹	سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ	۶۶
۶۰	آزمائشیں	۶۷
۶۱	"ہنوز دلی دور است"	۶۸
۶۲	حضرت سیدنا مخدوم علاء الدین صابر عاشق الٰہیؒ	۶۹
۶۳	حضرت مخدومؒ، بابا صاحبؒ کی خدمت میں	۷۱
۶۴	دربار رسالت ﷺ کا انعام	۷۲
۶۵	شان جلال و جبروت	۷۴
۶۶	ڈھائی سو سال کے بعد برق جلال کی مستوری	۷۶
۶۷	تاج العارفین خواجہ شمس الدین ترک پانی پتیؒ	۷۷
۶۸	شیخ العارفین حضرت خواجہ جلال الدین پانی پتی	۷۷
۶۹	حضرت خواجہ عبد الحق رودولویؒ	۷۸
۷۰	حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ	۷۸
۷۱	حضرت خواجہ رکن الدینؒ	۷۹

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۷۲	حضرت شیخ عبد الاحدؒ	۷۹
۷۳	اذکار و اشغال کا بیان	۸۱
۷۴	شجرۂ عالیہ چشتیہ	۸۲

فہرست حواشی

۷۵	حضرت ابراہیم مجذوب قندوزیؒ	۳۲
۷۶	حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ	۳۹
۷۷	شیخ عبد اللہ بیابانیؒ	۴۴
۷۸	مآخذ و مراجع	۸۷

تعارف کتاب

اختر امام عادل قاسمی

اس کتاب کا اصل نام "مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت" ہے، جیسا کہ حضرت مؤلفؒ نے اندرون کتاب تمہیدی سطور میں خود اس کا ذکر فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

"امابعد: خاکسار احمد حسن ساکن منورواڈاکخانہ صلحابزرگ ضلع دربھنگہ راہ خدا کے طالبوں کی خدمت میں "مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت" تحریر کرکے آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہے امید کہ قبول فرماکر دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے "[2]

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس کتاب میں حضرت غریب نوازؒ کے علاوہ سلسلہ چشت کے اکثر مشائخ کا ذکر اختصار اور جامعیت کے ساتھ کیا گیا ہے، البتہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے حالات نسبتاً تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں، نیز ہندوستان میں بانی سلسلہ آپ ہی کی ذات گرامی ہے، اس لئے یہ کتاب "سرکار غریب نوازؒ" کے نام سے مشہور ہوئی۔

علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ ابتداءً حضرت مؤلفؒ نے صرف حضرت غریب نوازؒ کی سوانح عمری لکھنے کا ارادہ کیا ہو، لیکن دوران تالیف دیگر بزرگان عظام کے حالات بھی ضمناً شامل ہوتے چلے گئے، اور یہ حضرت مؤلفؒ کے پورے سلسلۂ چشت کی نمائندہ کتاب بن گئی، اس کی تائید حضرت منورویؒ کے ایک خط (مرقومہ ۷/دسمبر ۱۹۶۰ء مطابق ۱۶/جمادی الثانیۃ ۱۳۸۰ھ) سے ہوتی ہے جو انہوں نے جناب محمد وارث علی صاحب رئیس سورجاپور (ضلع اتر

---

[2] ۔ مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت المسمیٰ بہ "سرکار غریب نوازؒ" ص ۲ مؤلفہ حضرت منورویؒ، باہتمام: جناب محمد لقمان صاحب قادری چشتی، موضع مانسکول ضلع پچھم دیناجپور، سن طباعت ۱۰/نومبر ۱۹۶۱ء، طبع اول۔

دیناجپور بنگال) کو لکھا ہے، لکھتے ہیں:

"۲۹/ جمادی الثانی تک ان شاء اللہ حاضر خدمت ہونے کی کوشش کریں گے ،۔۔۔خواجہ غریب نوازؒ کی مکمل سوانح عمری لکھی جا چکی ہے، ان شاء اللہ لیتے آئیں گے"

البتہ جن مشائخ چشت کا ذکر اس سے قبل شائع ہونے والی کتاب "مختصر حالات نقشبندیہ مجددیہ" میں آچکا تھا، ان کا اعادہ اس کتاب میں نہیں کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت مؤلف نے خود اپنی اسی کتاب میں آخری زیر تذکرہ بزرگ حضرت شیخ عبد الاحد قدس سرہ کے حالات کے اختتام پر اس کا ذکر کیا ہے [3]۔

☆کتاب کے آخر میں سلسلۂ چشتیہ کا منظوم شجرہ بھی شامل ہے، جو کئی شجرات کو سامنے رکھ کر حضرت مؤلفؒ نے مرتب کیا ہے، اس شجرہ میں حضرت مولانا شاہ ابو الخیر مجددی دہلویؒ، حضرت مولانا شاہ ابو الحسن زید فاروقی مجددیؒ اور حضرت منورویؒ وغیرہ کے اسماء گرامی بھی موجود ہیں۔

کتاب کی پہلی اشاعت

اس کتاب کا مسودہ حضرت منورویؒ کے دوسرے حج سے قبل جمادی الثانیہ ۱۳۸۰ھ / دسمبر ۱۹۶۰ء میں تیار ہو گیا تھا، جیسا کہ مذکورہ بالا مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے، لیکن اس کی طباعت کی نوبت حج ثانی کے بعد آئی، اور یہ ۱۰/ نومبر ۱۹۶۱ء مطابق ۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ کو جہانگیر پریس کشن گنج سے شائع ہوئی، کتاب کے سرورق پر ناشر کی جگہ پر جناب محمد لقمان

---

[3]۔ ملاحظہ کریں: "مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت المسمیٰ بہ "سرکار غریب نوازؒ" ص ۱۰۱، باہتمام: جناب محمد لقمان صاحب قادری چشتی، موضع مانسکول ضلع پچھم دیناجپور، سن طباعت ۱۰/ نومبر ۱۹۶۱ء۔ طبع اول۔

صاحب قادری چشتی عرف میگھو، مقام مانسکول ضلع پچھم دیناجپور کا نام درج ہے، نیز کتاب کے آخری صفحہ (۱۱۲) پر "حسب فرمائش" کے عنوان سے نو(۹) حضرات کا ذکر کیا گیا ہے، غالباً ان حضرات نے طباعت کے اخراجات میں حصہ لیا ہو گا، ان کے اسماء گرامی کتاب کے مطابق حسب ذیل ہیں:

(۱) جناب مولوی حاجی فقیر محمد صاحب چشتی مظہری متولی مدرسہ غوثیہ مظہریہ قمر گنج مقام ضیا گاچھی۔

(۲) جناب منشی عبد المجید صاحب قادری چشتی مہتمم مدرسہ مظہر العلوم ربانیہ رئیس ضیا گاچھی، ڈاکخانہ دلکولہ ضلع پچھم دیناجپور

(۳) جناب محمد وارث علی صاحب نقشبندی چشتی رئیس سورجاپور، دلکولہ ضلع پچھم دیناجپور

(۴) جناب عین الدین صاحب نقشبندی چشتی رئیس مانسکول دلکولہ ضلع پچھم دیناجپور[4]

(۵) جناب مولوی ولی اصغر صاحب نقشبندی رئیس لوٹیاباری ضلع پورنیہ

(۶) امین عبد الستار صاحب مظہری مقام ضیا گاچھی، دلکولہ ضلع پچھم دیناجپور

(۷) جناب منشی شمس الدین قادری چشتی مانسکول، ڈاک خانہ دلکولہ ضلع پچھم دیناجپور

(۸) حاجی منظور احمد صاحب موضع مصرولیا ضلع مظفر پور

(۹) حاجی محمد ابراہیم صاحب موضع منوروا ضلع در بھنگہ۔[5]

---

[4]- تاریخ وفات ٦ / ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۷ / مارچ ۱۹۷۸ء

[5]-ان حضرات کے حالات کے لئے رجوع فرمائیں "حیات قطب الہند حضرت منورویؒ"

ان حضرات میں سے اب کوئی اس دنیا میں باقی نہیں ہے۔

یہ کتاب شائع ہوئی تو حضرت منورویؒ اس کے بہت سے نسخے لے کر بارگاہ اجمیر شریف حاضر ہوئے اور وہاں کے خدام اور حاضرین وزائرین میں مفت تقسیم فرمائے، یہ دربار خواجہؒ سے آپ کے گہرے انس اور عقیدت کی علامت تھی۔

حج سے واپسی پر دربار خواجہؒ میں حاضری غالباً اس نیابت ہند کی توثیق کے لئے بھی تھی جس کے لئے دربار رسالت ﷺ سے آپ کو ہندوستان واپس بھیجا گیا تھا۔

یہ کتاب اب عام طور پر نایاب ہے، اس کا دوسرا ایڈیشن اب تک شائع نہیں ہوا تھا۔

کتاب کی دوسری اشاعت اور خصوصیات

اب یہ دوسری اشاعت آپ کے ہاتھوں میں ہے، جو تحقیقات وحواشی سے مزین ہو کر پیش کی جارہی ہے، اور کوشش کی گئی ہے کہ کتاب بہتر سے بہتر صورت میں اہل علم کے ہاتھوں میں پہونچے۔

اس کتاب میں حقیر راقم الحروف نے کئی کام کئے ہیں:

☆ کتابت وطباعت کی بہت سی غلطیاں موجود تھیں، حتی الامکان ان کی تصحیح کی گئی ہے۔

☆ کتاب میں مذکور آیات واحادیث کی تخریج کی گئی ہے۔

☆ جن بزرگوں کے حالات نہایت اختصار کے ساتھ مذکور ہیں، وہاں تفصیلی مراجع کی نشاندہی کی گئی ہے، تاکہ تفصیل کے خواہشمند حضرات وہاں رجوع کر سکیں۔

☆ بعض جگہ ترتیب میں خلط یا ابہام محسوس ہوا اس کو دور کیا گیا ہے۔

☆ کئی مقامات پر ذیلی عناوین کا اضافہ کیا گیا ہے، یا حسب موقعہ عنوان میں ترمیم کی گئی ہے۔

☆ہجری تاریخوں کے ساتھ انگریزی تواریخ کی تطبیق بین القوسین پیش کی گئی ہے

☆کتاب میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ حضرت مؤلفؒ کی اصل عبارت بعینہ برقرار رکھی جائے، جہاں کسی تشریحی نوٹ یا اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو بین القوسین یا حاشیہ میں یہ خدمت انجام دی گئی ہے۔

اس طرح امید ہے کہ کتاب کا یہ ایک صحیح ترین نسخہ تیار ہو گیا ہے، پھر بھی کوئی انسانی کام نقائص اور کمزوریوں سے پاک نہیں ہے ،اہل علم سے گذارش ہے کہ ایسی کوئی فروگزاشت محسوس ہو تو حقیر رراقم الحروف کو اس سے آگاہ فرمائیں،فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اختر امام عادل قاسمی

یکے از غلامان آستانۂ حضرت احمد حسنؒ

منورواشریف، سمستی پور

۱۹/ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ مطابق ۷/ اکتوبر ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید از مؤلف

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد افضل صلوٰتک بعدد معلوماتک وبارک وسلم علیہ

ساری تعریفیں ہیں لائق بس خدا کے واسطے
حمد و مدحت اس کی ذات کبریا کے واسطے
عظمت و سطوت اسی رب العلا کے واسطے

ہوں درود و برکتیں اس ذات اقدس پر تمام
رحمت و الطاف حق ہیں جس کا حصہ لاکلام
زیر و بالا سب بنا جس کی رضا کے واسطے

وہ نہ ہوتا تو نہ ہوتا یہ جہان کائنات
واسطے سے اس کے عالم کو ملا پائے ثبات
ذات احمد فخر ہے ارض و سماء کے واسطے

رحمت حق ہو پیاپے ان کے کل اصحاب پر
ان کی آل پاک پر انصار اور احباب پر
رہبر کامل ہیں جو خلق خدا کے واسطے

بعد ان کے ہادیان دین پیران کرام
کوششوں سے جن کی قائم دین بر حق کا نظام
جن کی مرگ و زیست ہے حق کی رضا کے واسطے

امابعد! خاکسار احمد حسن ساکن منورواڈاکخانہ صلحابزرگ ضلع دربھنگہ راہ خدا کے

طالبوں کی خدمت میں "مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت" پیش کرتا ہے، امید کہ قبول فرما کر دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

تصوف کی ہمہ گیری

تصوف ابتدا سے ہے اور آخر تک رہے گا، کسی زمانے میں اس نے عروج حاصل کیا اور کسی زمانے میں زوال، اس دور ضلالت میں حقیقی صوفی گمنامی کا لباس اوڑھے ہوئے پوشیدہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اسلام میں فنا، بقا، کشف، شہود، لطائف، روشن تصور اور پرواز سب کچھ موجود ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وفی انفسکم افلاتبصرون[6]

تمہارے اندر ہی سب کچھ موجود ہے، تمہارے قلب ہی میں اللہ کی نشانیاں موجود ہیں، پھر کیا تم ان نشانیوں کو نہیں دیکھتے؟ ہم نے تمہارے قلب میں گوناگوں صفات پیدا کر دی ہیں، تم کوشش کرو اور جس طرح اور دنیا کی سیر کرتے ہو تا کہ اس میں تمہیں انوار الٰہی نظر آئیں، جس طرح پہاڑوں، دریاؤں، آسمانوں، تاروں، درختوں، ہواؤں، سمندروں پر غور و تحقیق کر کے اور حقائق اشیاء کی تہہ تک پہونچ کر انسان نے بے شمار علوم حاصل کئے، اسی طرح نفس کی گہرائیوں میں اترنے اور قلب کی پہنائیوں میں غوطہ لگانے کا نام تصوف ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ[7]

یعنی جو لوگ ہماری ذات میں سعی وجہد سے کام لیتے ہیں، مجاہدے اور ریاضات کرتے ہیں، ہم ان کے سامنے انہیں کھول دیتے ہیں۔

---

[6]-سورۃ الذاریات :21

[7]-العنکبوت :69

(۱)

مولائے کائنات حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علیؓ نام، کنیت ابوالحسن، لقب: اسد اللہ، ۱۳/ رجب کو ہجرت کے تیئیس (۲۳)سال قبل پیدا ہوئے، پرورش بہ ظل عاطفت حضرت سرور کائنات ﷺ ہوئی، ۲۵ برس کی عمر میں خاتون جنت جناب فاطمہ زہرہ بنت آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکاح ہوا، آپ شاہ ولایت ومرید وخلیفہ آنحضرت ﷺ کے تھے، اوراصل ومرجع ومنتہی سلاسل فقراء علویہ کے ہیں، بعد شہادت اپنے ہم زلف حضرت ذوالنورینؓ ۱۹/ ذی الحجہ ۳۵ھ (مطابق ۱۷/ جون ۶۵۶ء)روز سہ شنبہ کو خلیفۂ چہارم مقرر کئے گئے، چار سال نوماہ خلافت کا کام انجام دے کر ۲۱/ رمضان ۴۰ھ (مطابق ۳۰/ جنوری ۶۶۱ء)شب دوشنبہ کو (ترسٹھ) ۶۳ سال کی عمر میں جام شہادت نوش فرمایا، مزار شریف نجف اشرف میں ہے[8]۔

(۲)

امام الاولیاء حضرت خواجہ حسن بصریؒ

کنیت ابو محمد ہے، ۲۱ھ (مطابق ۶۴۲ء) میں بعہد حضرت عمر فاروقؓ مدینہ میں پیدا ہوئے، والد کا نام سیار تھا، جو مولیٰ حضرت ثابت انصاریؓ کے تھے، بیعت آپ کی حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰؓ سے تھی، خرقہ امام حسنؓ سے پایا، ۵/ رجب ۱۱۲ھ (مطابق ۲۶/ ستمبر ۷۳۰ء یا یکم یا ۴/ محرم الحرام ۱۱۰ھ یا ۱۱۱ھ مطابق ۱۱/ مئی ۷۲۸ء یا ۷۲۹ء) کو بروز

8۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۵۹ تا ۷۰

جمعہ وفات پائی، مزار مبارک نزد بصرہ ہے[9]۔

(۳)

حضرت شیخ عبد الواحد بن زیدؒ

کنیت ابو الفضل ہے، آپ ہمیشہ روزہ رہتے، اور تیسرے روز افطار کرتے تھے، فقر و ارادت خواجہ حسن بصریؒ سے پہونچا، چالیس (۴۰) سال مجاہدہ میں عمر گذاری، بغداد میں رہتے تھے، آخر عمر میں سخت بیمار پڑے، نماز کے وقت خادم حاضر نہیں تھا، جو وضو کراتا، اور نماز کا وقت ہوتا جاتا تھا، آپ نے دعا کی:

"الٰہی! مرا آنقدر قوت عنایت فرما کہ وضو بسازم و نماز ادا کنم، بعد ازاں حکم حکم تست"

دعا کے بعد ہی آپ تندرست ہوگئے، وضو کر کے نماز پڑھی، ختم نماز کے بعد وہی حالت ہوگئی، اسی میں ۲۷/ صفر ۱۷۷ھ (مطابق ۳۱/ اگست ۷۹۳ء) کو وصال ہوا، مزار مبارک بغداد شریف میں ہے[10]۔

---

[9]- خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۱۱۱ تا ۱۱۶ مؤلفہ مفتی غلام سرور ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۱۴ تا ۱۲۱ مؤلفہ حضرت مولانا شیخ محمد زکریا صاحبؒ، ناشر: کتب خانہ اشاعت العلوم سہارن پور، ۱۳۹۳ھ

[10]- خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۵ تا ۲۰، مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۲۱ تا ۱۳۰ شیخ زکریا کاندھلویؒ بحوالہ تعلیم الدین، خزینۃ الاولیاء، سیر الاولیاء، روضۃ الریاحین

(۴)

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ

بو علی کنیت تھی، حضرت شیخ عبد الواحد قدس سرہ کے خلیفہ تھے، عبادت گذاری کا یہ حال تھا کہ دن بھر میں پانچ صد (۵۰۰) رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، چار چار روز تک کھانا نہیں کھاتے تھے، ہر روز دو ختم قرآن شریف کیا کرتے تھے، خلیفہ ہارون رشید بے حد قدر کیا کرتا تھا۔

آپ کے خلفاء پانچ (۵) تھے : ۱-سلطان ابراہیم بن ادہمؒ، ۲-شیخ محمد بن یزید الشراریؒ، ۳-خواجہ بشر حافیؒ، ۴-حضرت شیخ ابو رجا العطاریؒ، ۵-خواجہ عبد اللہ سیاریؒ۔

(وفات ۳/ربیع الاول ۱۸۷ھ مطابق ۴/مارچ ۸۰۳ء یا ۱۸۶ھ/۸۰۲ء کو ہوئی) مزار مبارک مکہ معظمہ جنت المعلیٰ میں ہے[11]۔

(۵)

حضرت سلطان ابراہیم بن ادہمؒ

کنیت ابو اسحاق ہے، اور آپ کا نسب نامہ یہ ہے: ابراہیم بن ادھم بن شیخ سلیمان بن شیخ منصور بن شیخ ناصر بن عبد اللہ بن حضرت عمر فاروقؓ۔

آپ کی صحبت میں کثرت سے فقراء و غرباء رہا کرتے تھے، آپ ریاضت و مجاہدہ میں

---

[11]- خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۰ تا ۲۴، مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۳۰ تا ۱۳۷ شیخ زکریا کاندھلویؒ بحوالہ تعلیم الدین، روضۃ الریاحین، طبقات شعرانی، تنبیہ المغترین

لگے رہتے تھے، ایام جوانی میں بلخ کی بادشاہی پر لات مار کر فقیری اختیار کی، ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، جنگل سے لکڑی کاٹ کر لاتے اور اس کو فروخت کر کے غرباء کی پرورش کیا کرتے، آپ کے دو خلیفہ تھے، ایک خواجہ حذیفہ مرعشیؒ، دوسرے خواجہ شفیق بلخیؒ قدس اللہ اسرار ھما۔

۲۶/ (یا ۲۸) جمادی الاولیٰ ۲۸۰ھ (مطابق ۱۸/ اگست ۸۹۳ء) کو وفات پائی، مزار مبارک مکہ معظمہ میں ہے[12]۔

(۶)

حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ

آپ مشائخ کبار سے تھے، فقیہ و عالم تھے، ہر وقت باوضو رہا کرتے تھے، کھانا کم کھاتے، "فرمودے کہ غذائے درویش ذکر لا الٰہ الا اللہ است" روز اور شب میں ایک کلام مجید ختم کیا کرتے تھے، ہمیشہ کپاس پہنتے تھے، خلوت میں زیادہ وقت گذارتے تھے، ۲۴/ شوال المکرم ۲۵۲ھ (مطابق ۱۰/ نومبر ۸۶۶ء) کو وصال فرمایا، مزار مبارک عراق میں ہے، آپ کے خلیفہ شیخ ہبیرہ بصری قدس سرہ تھے[13]۔

---

[12]- آپ کی تاریخ وفات میں مختلف اقوال ہیں، حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق کے مطابق آپ کی وفات ایک سو دو (۱۰۲) برس کی عمر میں ۱۶۲ھ/ ۷۹ء میں ہوئی، سمعانیؒ نے ۱۶۱ھ/ ۷۷۸ء کا قول نقل کیا ہے، محدثین کا قول تاریخی حیثیت سے زیادہ قابل اعتماد ہے، یہ بات حضرت شیخ زکریاؒ نے لکھی ہے، لیکن صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے کہ سیر الاقطاب میں آپ کی وفات بروز جمعہ ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۲۸۰ھ مطابق ۱۸/ اگست ۸۹۳ء لکھی ہے، اور سفینۃ الاولیاء میں ۲۶۱ھ/ ۸۷۵ء ہے، مخبر الواصلین میں ۲۶۵ھ/ ۸۷۹ء ہے، جناب محمد رضا انصاری صاحبؒ نے بھی قریب یہی بات لکھی ہے، آپ کا مزار شام میں بتایا جاتا ہے، اور بعض لوگوں نے مدینہ منورہ بتایا ہے، آپ کے دو خلیفہ تھے، ایک خواجہ شقیق بلخیؒ، دوسرے حضرت حذیفہ المرعشیؒ (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۴ تا ۳۲، مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۳۷، ۱۴۵ شیخ زکریا کاندھلویؒ بحوالہ تعلیم الدین، انوار العاشقین، نفحات، انوار الاتقیاء، طبقات شعرانی، تنبیہ المغترین)

(۷)

حضرت شیخ ہبیرہ بصریؒ

مقتدائے علماء واولیاء تھے، تیس (۳۰) سال مجاہدہ کیا، پانچ پانچ روز کھانا نہیں کھاتے تھے، ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر میں ۷ / شوال کو ۲۸۷؁ھ (مطابق ۹ / اکتوبر ۹۰۰؁ء) میں وصال فرمایا، مزار شریف بصرہ میں ہے[14]۔

(۸)

شیخ المشائخ حضرت ممشاد علوی دینوریؒ

عراق کے بزرگ مشائخ میں یگانۂ روزگار تھے، حافظ کلام ربانی اور جامع علوم ظاہری وباطنی تھے، حضرت شیخ معروف کرخیؒ کی صحبت سے بھی فیض پایا تھا اور خلافت بھی حاصل کی

---

[13]- آپ کی وفات مشہور قول کے مطابق ۱۴ یا ۲۴ / شوال ۲۰۲؁ھ مطابق ۲۸ / اپریل ۸۱۸؁ء کو ہوئی، شعرانیؒ نے سن وفات ۲۰۷؁ھ / ۸۲۳؁ء لکھا ہے، یہ بات شیخ زکریاؒ نے لکھی ہے، لیکن صاحب خزینۃ الاصفیاء نے تذکرۃ العاشقین کے حوالے سے سن وفات (۷ / شوال) ۲۷۶؁ھ مطابق ۵ / فروری ۸۹۰؁ء نقل کیا ہے اور سیر الاقطاب کے حوالے سے ۲۴ / شوال ۲۵۲؁ھ مطابق ۱۰ / نومبر ۸۶۶؁ء لکھا ہے، اوران میں پہلی تاریخ کو درست قرار دیا ہے، تمام تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے وصال کے بعد آپ نو (۹) سال تک باحیات رہے، جناب محمد رضا انصاری صاحب نے بھی ۲۷۶؁ھ والی تاریخ ہی نقل کی ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۳۲، ۳۳ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۴۵، ۱۴۶ شیخ زکریا کاندھلویؒ بحوالہ سفینۃ الاولیاء، ملفوظات خواجگان چشت، تعلیم الدین ☆ تذکرہ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص ۱۱۰ تا ۱۱۲ مؤلفہ جناب محمد رضا انصاری)

[14]- خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۳۴ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۴۷، ۱۴۸ شیخ زکریا کاندھلویؒ بحوالہ انوار العاشقین، خزینۃ الاولیاء، تعلیم الدین

تھی، آپ سات (۷) روز کے بعد افطار فرمایا کرتے تھے، اور زبان کی خشکی دور کرنے کے لئے تھوڑا پانی پی لیتے تھے اور خرما پر قناعت کرتے تھے، آپ ہمیشہ صائم رہے، ۱۴/ محرم ۲۹۹ھ (مطابق ۱۵/ ستمبر ۹۱۱ء) کو وفات پائی، مزار مبارک ملک عراق دینور میں ہے، آپ کے تین خلیفہ تھے، خواجہ ابو اسحاق شامیؒ، خواجہ ابو عامرؒ، شیخ اسود دینوریؒ[15]۔

(۹)

شمس الاولیاء حضرت خواجہ اسحاق شامیؒ

لقب شرف الدین تھا، ایک زمانہ تک رجال الغیب کی صحبت میں رہے، بارہ (۱۲) سال مرشد کے پاس رہے، مجاہدہ وریاضت وفقر وفاقہ میں اوقات بسر کئے، فقر کا مرتبۂ اعلیٰ پایا، تمام عمر رشد وہدایت کرتے رہے، ۱۴/ ربیع الثانی ۳۲۹ھ (مطابق ۲۰/ جنوری ۹۴۱ء) کو وصال ہوا، مزار شریف مکہ شریف میں مرجع خلائق ہے[16]۔

---

[15]۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۳۹ تا ۴۲ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۴۸ تا ۱۵۱ شیخ زکریا کاندھلویؒ بحوالہ انوار العاشقین، خزینۃ الاولیاء، تذکرۃ الفقراء، تعلیم الدین۔

[16]۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۱، ۱۵۲ مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، ناشر: مکتبہ شیخ زکریا، سہارن پور، ۱۳۹۳ھ ☆ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۳۷، ۳۸ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۶۱ تا ۱۶۳ مؤلفہ خلیق احمد نظامی بحوالہ سیر الاولیاء (فارسی مطبوعہ چرنجی ہلی) ص ۴۰، ۳۹ و تذکرۃ الاولیاء ص ۳۸۳، ۳۸۴ (اردو ترجمہ عبد الرحمن شوق امرتسری

(۱۰)

حضرت سیدنا خواجہ احمد ابدال چشتیؒ

آپ حضرت سیدنا امام حسنؓ کی اولاد میں ہیں، آپ شرفائے چشت وایرانی ولایت سے تھے، آپ نے کم عمری سے ریاضت شاقہ اختیار کی، ہمیشہ باوضو رہتے تھے، سات (۷) یوم میں ایک مرتبہ چند لقمہ تناول فرماتے، (یکم یا۳یا) ۱۵/ جمادی الثانیہ ۳۵۵ھ (مطابق ۳۱/ مئی ۹۶۶ء یا ۱۲/ جون ۹۶۶ء) میں وصال فرمایا، مزار شریف چشت میں ہے[17]۔

(۱۱)

حضرت سیدنا شیخ ابو محمد چشتیؒ

لقب ناصح الدین تھا، مشائخ زمانہ میں سے تھے، ولی مادرزاد تھے، بعد وفات والد سجادہ نشیں ہوئے، سلاطین، قاضی ومشاہیر خدمت میں حاضر رہتے تھے، آپ شب وروز عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے، آپ کے تین خلفاء ہوئے، حضرت خواجہ ناصر الدینؒ، حضرت خواجہ ابویوسف چشتیؒ، ومحمد کاکوؒ، ۱۴/ ربیع الاول ۴۱۱ھ (مطابق ۱۳/ جولائی ۱۰۲۰ء) کو انتقال فرمایا، مزار مبارک چشت میں ہے[18]۔

---

[17]۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۳۹ تا ۴۲ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۳ تا ۱۵۵ شیخ زکریا کاندھلویؒ

[18]۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۴۴ تا ۴۶ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۵ تا ۱۵۷ شیخ زکریا کاندھلویؒ

(۱۲)

حضرت خواجہ سیدنا ابویوسف چشتیؒ

آپ حضرت امام حسن عسکریؒ کی اولاد میں ہیں، آپ مشائخ چشت میں بلند مرتبہ رکھتے ،بے حد صاحب کشف و کرامات تھے، آپ کی مکمل سوانح "سیر الاقطاب"[19] میں تحریر ہے، ۳/رجب ۴۵۹ھ (مطابق ۲۵/مئی ۱۰۶۷ء) کو وفات پائی، مزار شریف چشت میں ہے ۔[20]

(۱۳)

حضرت سیدنا خواجہ مودود چشتیؒ

آپ نے سات (۷) سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، اس کے بعد تحصیل علم میں لگ گئے، چوبیس (۲۴) سال کی عمر میں والد کا سایہ اٹھ گیا، باپ کے جانشین ہوئے، علم ظاہر و باطن میں بے نظیر تھے، اس زمانہ کے جملہ مشائخ آپ کے حلقہ بگوش تھے، ستانوے (۹۷) سال کی عمر میں یکم رجب ۵۲۷ھ (مطابق ۱۴/مئی ۱۱۳۳ء) عہد سلطان معزالدین سنجریؒ میں وفات ہوئی، مزار شریف چشت میں ہے[21] ۔

---

[19] -اردو ترجمہ "تذکرہ خواجگان چشت" (فارسی) مصنف: الہدیہ ابن شیخ عبدالرحیم، مترجم: محمد معین الدین دردائیؒ

[20] - آپ کی تاریخ وفات اکثر مؤرخین کے نزدیک ۳/رجب المرجب ۴۵۹ھ مطابق ۲۵/مئی ۱۰۶۷ء ہے، بعض نے اوائل جمادی الآخر، بعض نے یکم جمادی الاولیٰ، اور بعض نے ۴/ربیع الثانی بھی لکھا ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۴۶ تا ۴۹ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۷، ۱۵۸ شیخ زکریا کاندھلویؒ)

(۱۴)

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ

آپ حضرت مودود چشتیؒ کے خلیفۂ اعظم تھے، چالیس (۴۰) سال صحرا میں گذارے، اکثر اوقات برگ درخت پر گذر تھی، جس روز بالکل فاقہ سے رہتے، یک صد نفل ادا کرتے، صاحب سماع تھے، ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر پا کر ۳/رجب ۶۲۰ھ (مطابق ۳ یا ۱۰/نومبر ۱۲۱۵ء) کو وصال فرمایا، مزار شریف سنجر میں ہے[22]۔

(۱۵)

حضرت سیدنا خواجہ عثمان ہارونیؒ

آپ قطب وقت اور یکتائے زمانہ تھے، علم شریعت و طریقت کے امام تھے، مقتدائے اوتاد و اولیا و اقطاب تھے، آپ کے چار خلفاء تھے: (۱) حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزیؒ، (۲) شیخ نجم الدین صغریؒ، (۳) شیخ سوری لنکوچیؒ (یا منگوہیؒ)، (۴) شیخ محمد ترکؒ قدس اللہ اسرارہم، آپ نے ۵/شوال ۶۱۷ھ (مطابق ۹/دسمبر ۱۲۲۰ء) کو وصال فرمایا، مزار شریف مکہ معظمہ میں ہے[23]۔

---

[21]- خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۴۹ تا ۵۴ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۹، ۱۶۰ شیخ زکریا کاندھلویؒ

[22]- خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۵۷ تا ۱۶۱ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۷۱ تا ۱۷۶ شیخ زکریا کاندھلویؒ بحوالہ خزینۃ الاولیاء، ملفوظات انوار العاشقین، سفینۃ الاولیاء، تعلیم الدین

(۱٦)

حضرت سیدنا خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتیؒ

یوں تو پہلی صدی ہجری میں ہندوستان میں مسلمانوں کی آمدورفت شروع ہوگئی تھی ،اوررفتہ رفتہ ساحلی مقامات کے علاوہ شمالی مغربی علاقہ میں اسلامی حکومت بھی قائم ہوچکی تھی، اورروزبروز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ بھی ہورہاتھا، مگرچونکہ ہندوستان کی اسلامی سلطنت نے اسلام کی طرف کوئی توجہ نہ دی تھی، اس کا دائرۂ عمل صرف فتوحات اور حکمرانی تک محدود تھا، اس لئے حضور سرورعالم ﷺ نے (بطریق کشف والہام) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کوہندوستان کے ظلمت کدہ میں اسلام کی روشنی پھیلانے کے لئے اپنانائب بناکر بھیجا، سرکارخواجہ غریب نوازؒ نے مفوضہ خدمت کوجس خیروخوبی اورخوش اسلوبی سے انجام دیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ سو(۵۰۰)سال میں اسلام کی افواج قاہرہ جوکام نہ کرسکیں،وہ آپ نے چندگنے چنے سالوں میں کردکھایا، جس ملک میں مسلمانوں کے سائے تک سے نفرت کی جاتی ہو، وہاں دس گیارہ کڑور(۱۹٦۰ء میں)مسلمانوں کاوجوداورماشاء اللہ روزافزوں اضافہ یقیناً حیرت انگیز کرامت ہے۔

ولادت وخاندان

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند غریب نواز "سجز" میں جونواح غور میں واقع ہے، ۵۳۷ھ میں ۱۴/رجب (مطابق ۸/ فروری ۱۱۴۳ء) کوپردۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے

---

[23] - خزینۃ الاصفیاءج ۲ص ۱۵۷تا۱٦۱ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۷۱تا۱۷٦ شیخ زکریا کاندھلویؒ بحوالہ خزینۃ الاولیاء، ملفوظات انوارالعاشقین، سفینۃ الاولیاء، تعلیم الدین

[24]، والد کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسینؓ تک جاتا ہے۔

سلسلۂ پدری

خواجہ معین الدین چشتیؒ بن حضرت غیاث الدین حسن چشتیؒ بن حضرت سید کمال الدین حسن چشتیؒ بن حضرت سید نجم الدین طاہرؒ بن حضرت سید عبد العزیزؒ بن سید ابراہیمؒ بن سیدنا امام موسیٰ کاظمؒ بن سیدنا امام جعفر صادقؒ بن سیدنا امام باقرؒ بن سیدنا امام زین العابدینؒ بن سیدنا امام حسینؓ بن مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب[25]۔

آپ کے پدر بزرگوار حضرت سید غیاث الدین حسن سجزیؒ کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا تھا، بڑے صاحب ثروت بزرگ تھے، اور "سجز" کے بہت بڑے بزرگ تھے، (شعبان) ۵۵۲ھ (مطابق ستمبر ۱۱۵۷ء یا شعبان ۵۴۴ھ مطابق دسمبر ۱۱۴۹ء[26]) میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

---

[24]- شیخ زکریاؒ نے تاریخ مشائخ چشت میں "سنجر" لکھا ہے (ص ۱۶۵) لیکن جناب خلیق نظامی صاحبؒ کی تحقیق یہ ہے کہ صحیح لفظ "سجزی" ہے، سنجری نہیں، خواجہ صاحبؒ کا وطن سجستان تھا، اسی کی نسبت سے "سجزی" کہے جاتے تھے، کاتب کی غلطی سے یہ لفظ "سنجری" مشہور ہو گیا، رسالہ "احوال پیران چشت" غالباً پہلا قدیم مسودہ ہے، جس میں یہ لفظ صحیح لکھا ہوا میری نظر سے گذرا ہے۔

فتوح السلاطین (تصنیف ۱۳۵۰ھ بہ تصحیح محمد یوشع، مطبوعہ مدراس ۱۹۴۸ء، ص ۴۶۶) کے اشعار بھی "سجزی" ہی سے موزوں ہوتے ہیں، ایک شعر ہے:

معین الدین آں سجزی دیں پناہ — کہ خفت است بہ اجمیر آں مرد راہ

علامہ عصامیؒ کی فتوح السلاطین ہندوستان کے مذہبی اور غیر مذہبی لٹریچر میں پہلی کتاب ہے جس میں مشائخ چشت کا شجرہ نظم کیا گیا ہے (دیکھئے: تاریخ مشائخ چشت ص ۱۶۴، ۱۶۵ مؤلفہ خلیق احمد نظامی)

[25]- خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۶۲ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوری۔

[26]- ڈاکٹر ظہور الحسن شارب نے شعبان ۵۴۴ھ کی تاریخ لکھی ہے (دیکھئے: مکمل سوانح عمری غریب نوازؒ یعنی نائب رسول اللہ فی الہند ص ۱۶ مؤلفہ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، ناشر: ظفر الدین خان بک سیلر ڈیوڑھی بیگم آگرہ، پانچواں ایڈیشن

نسب نامہ مادری

بی بی ماہ نورؒ[27] بنت سید داؤدؒ بن سید عبد اللہ حنبلیؒ بن سید نا یحیٰ زاہدؒ بن سید نا محمد روحیؒ بن سید نا داؤدؒ بن سید نا موسیٰؒ ثانیؒ، بن سید نا عبد اللہ ثانیؒ بن سید نا موسیٰ جونؒ بن سید نا عبد اللہ محضؒ بن سید نا حسن مثنیٰؒ بن سید نا امام حسنؓ بن شاہ ولایت سید نا علی کرم اللہ وجہہ۔

ولادت سے پیشتر حیرت انگیز کرامت کا ظہور

حضرت بی بی ماہ نورؒ فرماتی ہیں کہ جب معین حسن میرے شکم میں آئے، تو دین و دنیا کی خیر وبرکت سے میرا گھر بھر گیا، تمام دشمن دوست بن گئے، دن بدن منزلت اوراعزاز میں اضافہ ہونے لگا، اور تمام غم والم میرے دل سے دور ہو گئے، پھر جس وقت آپ کے جسم اقدس میں حق سبحانہ تعالیٰ نے روح ڈالی تو اس وقت سے پیدائش تک آپ کا یہ معمول رہا کہ نصف شب سے سوا پہر دن چڑھے تک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے، پھر جس شب خواجہ معین الدین پیدا ہوئے، میرا تمام گھر نور الٰہی سے معمور ہو گیا، دور دور تک فرشتوں کے پرے کے پرے نظر آنے لگے، مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ نور غائب ہو گیا۔

اس حیرت انگیز نظارے سے میرے دل پر ہیبت طاری ہوئی، غیب سے ندا آئی: بی بی ماہ نور! تم کیوں پریشان ہو وہ نور جلوہ نما تو میرا تھا، میں نے اس نور کو تیرے فرزند معین الدین کے دل میں بھر کر دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے، یہ آواز سن کر میرے دل کی

۱۹۷۸ء)عبد الحلیم شررؔ نے تاریخ وفات ۵۵۱ھ تحریر کیا ہے (ماہنامہ المنعم پٹنہ خواجہ غریب نواز نمبر ص ۲۶ جل ۳ شمارہ ۳، ۴ مارچ اپریل ۱۹۸۱ء)

27۔ بعض لوگوں نے والدہ کا نام بی بی ام الورع تحریر کیا ہے (مکمل سوانح عمری غریب نوازؒ یعنی نائب رسول اللہ فی الہند ص ۱۶ مؤلفہ ڈاکٹر ظہور الحسن شاربؔ، ناشر: ظفر الدین خان بک سیلر ڈیوڑھی بیگم آگرہ، پانچواں ایڈیشن ۱۹۷۸ء)، مفتی غلام سرور لاہوریؒ نے والدہ کا نام "خاص الملکہ" لکھا ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۶۲ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوری)

وحشت دور ہوگئی، میں چاہتی تھی کہ اپنے لخت جگر کو اٹھا کر سینے سے لگاؤں، دیدۂ ودل سے پیار کروں، مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ معین الدین بالب جنباں گریہ کناں بارگاہ الٰہی میں سر بسجود ہیں، معین الدین نے جوں ہی اپنا سر سجدہ سے اٹھایا میں نے ان کو اٹھا کر کلیجے سے لگایا، اور روئے زیبا پر بوسے دیئے، شکر خداوندی ادا کیا، آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو زمین وآسمان کے درمیان ہزارہا خوش پوش وخوش روجوان نظر آئے، جن کے جسم اور لباس فاخرہ سے ایسی مست خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں کہ دل ودماغ معطر ہو کر سرور کا عالم طاری ہو گیا، یہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے اشارے کر رہے تھے، اس نظارہ سے بھی میں حیران و ششدر رہ گئی، میری حیرانی وپریشانی کو دیکھتے ہوئے، ان میں سے ایک شخص نے مجھے مخاطب کر کے کہا، معین الدین کی ماں! ہم سب لوگ اس زمانہ کے ابدال ہیں، تمہارے فرزند دلبند کی ولادت باسعادت کی خبر سن کر مبارکباد دینے حاضر ہوئے ہیں، یہ کہہ کر وہ سب غائب ہو گئے۔

تعلیم وتربیت

حضور سرکار خواجہ غریب نوازؒ ۵، ۶ سال کی عمر سے تیرہ (۱۳) سال کی عمر تک والدین کے سایۂ عاطفت میں تعلیم وتربیت حاصل کرتے رہے، سن شعور کو پہونچ کر آپ کی تعلیم کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا، خراسان اس زمانے میں علوم وفنون کا مرکز تھا، بڑے بڑے علماء وہاں موجود تھے، حضرت خواجہ بزرگ کو امام الحرمین حضرت ابوالمعالیؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہونے کا موقع ملا، اس کے بعد آپ خراسان سے بلخ تشریف لے گئے، اور علوم ظاہری کی تکمیل کے لئے حضرت مولانا حسام الدینؒ کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے، اس وقت حضرت خواجۂ بزرگ کی عمر ۱۶، ۱۷ سال کی تھی، آپ یہاں تقریباً سات آٹھ سال تک مختلف علماء کے زیر درس رہے۔

ابھی آپ کی عمر سولہ (۱۶) سال کی ہوئی تھی، کہ آپ کے والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا، حضرت خواجہ غیاث الدین آشوب روزگار اور انقلاب حکومت سے عراق منتقل ہوگئے تھے، عراق ہی میں آپ کا انتقال ہوا، خواجہ بزرگ مع اپنی والدہ اور دو بھائیوں کے عراق سے خراسان واپس آئے، وطن پہونچنے کے چند روز بعد بھائیوں نے ترکۂ پدری تقسیم کرلیا، آپ کے حصہ میں ایک باغ آیا، جس کی آمدنی پر آپ کے تمام اخراجات کا دارومدار تھا، باغ کی پرورش و پرداخت خود فرمایا کرتے۔

ایک مرد مجذوب سے ملاقات

آپ ایک روز اپنے باغ میں درختوں کو پانی دے رہے تھے کہ حضرت ابراہیم قندوزیؒ[28] جو اکابر مجاذیب وقت میں تھے، باغ میں تشریف لائے، حضور غریب نوازؒ نے نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ خوش آمدید کہا، اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھا کر انگوروں کا ایک خوشہ ان کی خدمت میں پیش کیا، خواجہ غریب نوازؒ کی اس آؤ بھگت سے حضرت ابراہیمؒ

---

[28]- حضرت ابراہیم مجذوب کی ولادت و وصال کی تاریخ اور دیگر حالات معلوم نہیں ہوسکے، لیکن غالباً یہ وہی بزرگ ہیں جن کا ذکر نفحات الانس میں آیا ہے، بڑے صاحب کرامات و تصرفات تھے، عجیب و غریب احوال کے حامل تھے، کھانے پینے میں اعتدال نہیں تھا، کبھی ایسا ہوتا کہ کئی کئی دن تک کچھ نہ کھاتے، اور کبھی ایک وقت میں ایک سو (۱۰۰) سیر کھانا کھا جاتے تھے، اور کچا پکا گوشت، چاول آٹا، دال سب کھا جاتے، کتابوں کی جلدیں بھی کھا جاتے۔ حضرت جامیؒ نے کئی واقعات ان کے نقل کئے ہیں، یہ چھٹی صدی ہجری کے بزرگ ہیں، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ / دسمبر ۱۱۴۴ء - وفات ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء) کے معاصر ہیں (دیکھئے نفحات الانس ص ۷۱۹، ۷۲۰ مؤلفہ حضرت عبدالرحمن جامیؒ) غالباً ان کو خوش کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ خوب زوردار ضیافت کی جائے، اور اسی لئے حضرت خواجہؒ نے جب ان کی خدمت میں خوش اخلاقی کے ساتھ پھل وغیرہ پیش کئے تو گو کہ انہوں نے خوشۂ انگور کی طرف کوئی توجہ نہ کی (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۶۲ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوری) لیکن ان کے اس حسن خلق سے وہ بے حد خوش ہوئے، اور ان پر خاص توجہ مبذول فرمائی، واللہ اعلم بالصواب

بہت مسرور ہوئے، آپ نے اپنی زنبیل سے ایک کھلی کا ٹکڑا نکال کر منہ میں چبا کر خواجہ بزرگ کو کھلایا، یہ چبائی ہوئی کھلی کھا کر خواجہ غریب نواز کو دنیا سے نفرت ہوگئی، دل نور الٰہی سے معمور ہوگیا، جملہ آلائش قلبی دور ہوگئی، اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہوگئی۔

اس واقعہ کے تیسرے روز خواجہ بزرگ اپنی کل املاک کو فروخت کر کے اس کی کل قیمت فی سبیل اللہ تقسیم کردی، اور والدہ سے اجازت حاصل کر کے مطلوب حقیقی کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے، خراسان سے چل کر سمرقند اور سمرقند سے بخارا تشریف لے گئے۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کے پیر طریقت

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد خواجہ بزرگ باطن کو آراستہ کرنے کے لئے پیر کامل کی تلاش میں روانہ ہوئے، اس زمانہ میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ طریقت کے پیشوا اور قطب وقت مانے جاتے تھے، طلب کامل وصادق تھی، آپ بخارا قصبہ ہارون جو اطراف نیشاپور میں واقع ہے تشریف لے گئے، اور حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر قدم بوس ہوئے، مرشد کامل نے حضرت خواجہ بزرگؒ کے باطنی اوصاف کو ایک ہی نظر میں جانچ کر اپنے مریدان خاص میں شامل کرلیا، اور پہلی ہی ملاقات میں مرشد کامل نے سلوک کی تمام منزلیں طے کرادیں، خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں بیس (۲۰) برس رہ کر کمالات روحانی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

حضرت سیدنا عثمان ہارونیؒ آخر عمر میں مکہ معظمہ میں گوشہ نشیں ہوگئے تھے، اسی مبارک اور مقدس شہر میں آپ نے بتاریخ ۵ / شوال ۶۰۷؁ھ (مطابق ۹ / دسمبر ۱۲۲۰؁ء) میں وفات پائی، آپ کا مزار مبارک خانۂ کعبہ کے شامی دروازے کے قریب مرجع خواص وعوام ہے

سیر و سیاحت

مرشد کامل سے کامل تربیت اور خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد سرکار غریب نواز اصفہان روانہ ہوئے، راستہ میں ایک عظیم الشان بت خانہ پڑا، آپ ان گم گشتگان راہ خداوندی کو راہ راست پر لانے کے لئے چند روز قیام کے ارادے سے ایک درخت کے نیچے فروکش ہوئے، آپ نے اپنے خادم فخر الدین کو آگ لانے کے لئے اس بت خانہ میں بھیجا، بت خانے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، وہ بلا تأمل اندر چلے گئے، ان کو دیکھ کر وہ سب لوگ جو مندر میں جمع تھے ان کے درپے آزار ہوئے، اور کہا کہ ابھی ابھی مندر سے نکل جاؤ ورنہ جان سے مار ڈالیں گے، میاں فخر الدین ناچار بصد اضطراب حضور غریب نوازؒ کے پاس آئے اور دست بستہ حالات عرض کئے، سرکار غریب نواز اس وقت نہر پر بیٹھے ہوئے تھے، وضو میں مشغول تھے، بت پرستوں کی باتیں سن کر آپ کو طیش آگیا، فوراً اٹھ کر بت خانہ تشریف لے گئے، آپ کو دیکھتے ہی سب دم بخود رہ گئے، ان لوگوں کی زبان پر ایسی مہر سکوت لگی کہ کوئی ایک حرف زبان سے نہ نکال سکا، آپ نے دیکھا، ایک پیر مغاں تخت پر قیام پذیر ہے، اور اس کے سامنے اس کا دس (۱۰) سالہ لڑکا کھیل کود میں مشغول ہے، اور قریب ہی آگ بھی خوب روشن ہے۔

خواجہ غریب نواز: بتاؤ تمہارا کیا مذہب ہے؟ تم آگ کو کیوں پوجتے ہو؟

پیر مغاں: ہم آگ کو خدا مانتے ہیں، اس لئے آگ کی پوجا کرتے ہیں۔

خواجہ غریب نواز: تمہارا خیال بے بنیاد اور عقل کا فساد ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آگ تھوڑے پانی سے بجھ جاتی ہے۔ اگر تم آگ کو اپنا معبود مانتے ہو تو ذرا آگ میں ہاتھ ڈال کر دیکھو، اگر آگ سے تمہارا ہاتھ نہ جلے تو کوئی بات بھی ہے۔

پیر مغاں نے ہنس کر جواب دیا: آگ کی خاصیت تو جلانے کی ہے، بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ آگ میں ہاتھ ڈالا جائے اور آگ سے ہاتھ نہ جلے۔

خواجہ غریب نواز: تو تم بڑے ہی احمق ہو جو آگ کو پوجتے ہو، ارے نادان ! معبود حقیقی تو وہ ہے جس نے یہ کل کائنات پیدا کی ہے، اور ہر چیز میں علٰحدہ خاصیت ودیعت فرمائی ہے، دیکھ اس کے نام میں یہ طاقت ہے، اور آیت کریمہ:

يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا [29]

پڑھ کر اور اس بچے کا ہاتھ پکڑ کر آگ میں کود گئے، کچھ دیر کے بعد باہر تشریف لائے، لڑکا اور آپ دونوں آگ کے اثر سے محفوظ رہے، یہ حیرت انگیز کرامت دیکھ کر وہ سب بت پرست آپ کے قدموں پر گر کر مسلمان ہو گئے، پیر مغاں کا نام عبد اللہ اور اس کے لڑکے کا نام ابراہیم رکھا، آپ کی نظر فیض سے یہ دونوں باپ بیٹے ولی کامل بن گئے، سرکار غریب نواز نے اس بت خانہ کی بنیاد کھدوا کر وہاں ایک عالیشان خانقاہ تعمیر کرائی، اور عبد اللہ کو ان سب کا سردار بنا کر آپ وہاں سے خراسان کی طرف روانہ ہو گئے، اور خراسان سے سبز وار [30] تشریف لے گئے۔

سبز وار (یا ہرات) کا حاکم محمد یاد گار بڑا فاسق و فاجر (اور بد عقیدہ) تھا، اولیاء اللہ کی شان میں نہایت گستاخ اور بے ادب تھا [31]، سبز وار پہونچ کر حضور خواجہ غریب نوازؒ کا قیام اتفاقاً اس باغ میں ہوا، جہاں حاکم سبز وار شراب نوشی اور رنگ رلیاں منایا کرتا تھا، باغ نہایت سرسبز و شاداب تھا، میووں کے درخت بہ کثرت تھے، صاف و شفاف پانی کا نہر وسط باغ میں جاری تھا، خواجہ غریب نواز یہ خوش منظر دیکھ کر وہیں ٹھہر گئے، نہر میں غسل فرما کر دو رکعت نماز ادا کی، اور قرآن خوانی میں مشغول ہو گئے۔

---

[29] -الانبیاء :69

[30] - خزینۃ الاصفیاء میں ہرات لکھا ہے۔

[31] - یہ شخص اعتقادی طور پر شیعہ امامیہ تھا، وہ نہایت اہتمام کے ساتھ صحابۂ کرام کو گالیاں دیا کرتا تھا، وہ اتنا سخت بد باطن تھا کہ اگر اس کی رعایا میں سے کوئی اپنے بچہ کا نام ابو بکر یا عمر رکھ لیتا تو وہ اسے قتل کر دیتا تھا (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۶۴ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوری)

اتنے میں آپ کے خادم نے دست بستہ عرض کیا کہ اس علاقہ کا حاکم نہایت بیہودہ اور اولیاء اللہ کا دشمن ہے، حاکم کے نوکر چاکر باغ کو فرش فروش سے آراستہ کرنے آگئے ہیں، میری رائے یہ ہے کہ آپ کسی دوسری جگہ تشریف لے چلیں، ایسا نہ ہو کہ وہ بے ادب کوئی گستاخی کر بیٹھے، یہ سن کر خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا تو جا! کسی درخت کے نیچے بیٹھ جا، اس کو آج تک کسی اللہ والے سے واسطہ نہیں پڑا تھا، اسی اثنا میں لب نہر فراش اور خدام نے بیش بہا قالین اور فرش فروش بچھائے، آپ کی عظمت وجلالت کی وجہ سے آپ سے کچھ کہنے سننے کی ہمت نہ ہوئی، تھوڑی دیر بعد جب حاکم سبز وار باغ میں پہونچا تو حضور غریب نواز کو لب نہر مصروف عبادت پایا، محمد یادگار جوں ہی حضور کے قریب آیا، مارے ہیبت کے تھر تھر کانپنے لگا، اور دست بستہ حضور اقدس میں استادہ رہا، خواجہ بزرگؒ نے جوں ہی ایک نظر محمد یادگار پر ڈالی، زمین پر گر کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا، محمد یادگار کا یہ حال دیکھ کر اس کے خواص سرکار غریب نواز میں عرض گذار ہوئے کہ اگر حضور کا فضل وکرم اس وقت دستگیری نہ کرے گا تو محمد یادگار اس طرح تڑپ تڑپ کر مر جائے گا، آپ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ تھوڑا سا پانی نہر سے لا کر اس کے منہ پر چھینٹے مارو، خادم نے جوں ہی سرکار کے حکم کے مطابق عمل کیا، محمد یادگار کو ہوش آگیا، اور بے تابانہ حضور کے قدموں پر گر کر بیعت کی سعادت حاصل کی، (اور کچھ عرصہ حضرت کے زیر تربیت رہ کر خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوا، حضرت خواجہ نے ہرات کی ظاہری و باطنی خلافت اس کے حوالے کی اور وہاں سے رخصت ہو گئے[32])۔

ایک منکر صوفیاء حکیم صاحب کی اصلاح اور بیعت

دوران سیاحت میں جب حضور غریب نوازؒ کا گذر بلخ کی طرف ہوا تو آپ نے اتفاقاً

---

[32]۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۶۴، ۶۵ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوری

ایسے باغ میں قیام فرمایا، جس کا مالک ظاہری علم و فضل کے باوجود علم باطن سے ناآشنا تھا، اور موجودہ صوفیاء و مشائخ کے بارے میں حسن عقیدہ نہیں رکھتا تھا، حضور غریب نواز بہ نظر احتیاط اپنے ہمراہ تیر و کمان رکھا کرتے تھے، اگر کسی جگہ صحرا میں غذا میسر نہ ہوتی تھی، تو بقدر حاجت شکار کرکے روزہ افطار کر لیا کرتے تھے، افطار کا وقت قریب تھا، آپ نے تیر و کمان منگا کر ایک کلنگ کا شکار کیا، اور خادم کو حکم دیا کہ افطار کا وقت قریب ہے، فوراً اس کا کباب تیار کرو، ادھر خادم کباب بنانے میں مصروف تھا، ادھر خواجہ غریب نوازؒ وضو کرکے مصلیٰ پر تشریف فرما تھے، کہ حکیم ضیاء الدین نے باغ میں آکر یہ نظارہ دیکھا اور خادم سے دریافت کیا کہ تم کس کے لئے کباب بنا رہے ہو؟ اور یہ کون بزرگ ہیں؟ خادم نے عرض کیا کہ آپ خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں، اتنے میں خواجہ بزرگ نے نماز سے فارغ ہو کر جوں ہی ایک نظر حکیم صاحب پر ڈالی، وہ بے تاب ہو کر زمین پر گر پڑے، آپ نے اپنا دست حق پرست ان کے سینے پر رکھا تو ہوش آگیا، مگر ایک سکتہ کا عالم طاری تھا، نہ آنکھ کھولتے تھے، نہ منہ سے بولتے تھے، جب ہوش آیا تو خواجہ بزرگ کے قدم مبارک پر سر رکھا، آپ نے مزاج پرسی فرمائی، اور مولانا کو کباب عنایت فرمایا، کباب کھاتے ہی حکیم صاحب کا دل صاف ہو گیا اور شاگردوں سمیت بیعت ہو گئے[33]

سرکار غریب نواز کا سفر حج

حضور سرکار غریب نوازؒ جس زمانہ میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں رہتے تھے، آپ کو حضرت خواجہؒ کے ساتھ دمشق کے سفر کا اتفاق ہوا، دمشق سے حرمین شریفین تشریف لے گئے، مکہ معظمہ پہونچے، اور طواف سے فارغ ہو کر میزاب رحمت کے نیچے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر دعا فرمائی، ندا آئی ہم نے معین الدین کو

33۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۶۴، ۶۵ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوری

قبول کیا، اس کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر حضرت نے فرمایا: بارگاہ رسالت میں سلام عرض کرو، آپ نے سلام عرض کیا، روضۂ اقدس سے آواز آئی: وعلیکم السلام یا قطب المشائخ!، اس کے بعد آپ نے اٹھائیس (۲۸) روز تک خواجہ بزرگؒ کو فقر کی تعلیم فرما کر خرقہ، مصلیٰ، نعلین چوبی، اور عصا مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا، یہ چیزیں ہمارے پیران طریقت کی ہیں، ان کو نہایت ادب کے ساتھ اپنے پاس رکھنا، پھر اس کے بعد آپ کو رخصت کیا۔

بارگاہ رسالت سے ہندستان کو روانگی کا حکم

مرشد کامل کی تعلیمات سے فراغت اور خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ وطن مالوف تشریف لائے، اور بعد چندے قیام زیارت حرمین کے لئے روانہ ہو گئے، حج بیت اللہ سے فراغت ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، ایک روز روضۂ اطہر کے سامنے آپ مصروف عبادت تھے، کہ روضۂ اقدس سے آواز آئی: اے معین الدین حسن! تو ہمارے دین کا معین و مددگار ہے، ہندوستان کی ولایت ہم نے تم کو عطا کی، اب تم اجمیر جا کر اقامت کرو، وہاں بہت بری طرح کفر و شرک کی ظلمت پھیلی ہوئی ہے، وہاں تمہارے قیام سے اسلام کی روشنی پھیلے گی۔

یہ مژدۂ جانفزا سن کر آپ حیران تھے، کہ ہندستان کون سا ملک ہے؟ کہاں واقع ہے؟ اتنے میں آپ کی آنکھ لگ گئی، سرکار رسالت مآب ﷺ نے عالم رویا میں مشرق سے مغرب تک کی سیر کرائی، اور ایک انار آپ کو عنایت فرمایا، جاؤ، ہم نے تم کو اللہ کے سپرد کیا۔

خواجہ غریب نوازؒ کی حجاز سے واپسی

دربار رسالت ﷺ سے فرمان روانگی حاصل کرتے ہی آپ حجاز سے روانہ ہو گئے،

بغداد شریف تشریف لائے، اور حضور غوث الاعظمؒ سے فرمان رسالت کا تذکرہ کیا، سرکار غوث پاکؒ نے خواجۂ بزرگ کو سینہ سے لگاکر سپرد بخدا فرماکر روانگی کی اجازت دی، آپ بغداد شریف سے روانہ ہوکر مختلف امصارودیار کی سیر وسیاحت کرتے ہوئے لاہور تشریف لائے، اور سرکار داتا گنج بخش ہجویریؒ (ولادت غالباً ۳۸۱ھ یا ۴۰۰ھ یا ۴۰۱ھ مطابق ۹۹۱ء یا ۱۰۰۹ء یا ۱۰۱۰ء - وفات ۴۶۵ھ تا ۴۶۹ھ / ۱۰۷۳ء تا ۱۰۷۶ء)[34] کی خدمت بابرکت میں چندروز قیام کرکے اجمیر شریف روانہ ہوگئے۔

---

[34]- اسم گرامی "علی" اور ابوالحسن کنیت ہے، سلسلۂ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتاہے، شجرۂ نسب اس طرح ہے:
"حضرت مخدوم علی، بن عثمان، بن سید علی، بن عبدالرحمن، بن شاہ شجاع، بن ابوالحسن علی، بن حسین اصغر، بن سید زید شہید، بن حضرت امام حسنؓ، بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ آپ کی ولادت افغانستان کے شہر "غزنی" میں غالباً ۳۸۱ھ یا ۴۰۰ھ یا ۴۰۱ھ مطابق ۹۹۱ء یا ۱۰۰۹ء یا ۱۰۱۰ء میں ہوئی، آپ نے علم ظاہر حضرت ابوالعباس بن محمد شقانیؒ اور دیگر اساتذہ سے حاصل کیا، آپ بطن مادر ہی سے ولی کامل پیدا ہوئے تھے، لیکن روحانی تعلیم میں آپ کے مرشد حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلیؒ (م ۴۶۰ھ / ۱۰۶۸ء) تھے، آپ ان سے سلسلۂ جنیدیہ میں بیعت ہوئے، جیسا کہ خود آپ نے کشف المحجوب میں اس کا ذکر کیاہے، ان کے وصال کے بعد اور بھی کئی معاصر مشائخ سے استفادہ کیا، مثلاً ابوالقاسم بن قاسم عبداللہ الکرگانیؒ، ابوالقاسم امام قشیریؒ، حضرت شیخ احمد حمادی سرخسیؒ، حضرت ابوجعفر محمد بن المصباح الصیدلانیؒ، حضرت ابوسعید ابوالخیر شیخ ابواحمد المظفر بن احمد بن حمدانؒ، کے علاوہ صرف خراسان میں تین سو (۳۰۰) مشائخ کا خود داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں ذکر کیاہے، جن سے آپ کو ملاقات حاصل تھی، حضرت خضر علیہ السلام سے بھی استفادہ کیا۔ آپ حنفی المذہب تھے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نام انتہائی عقیدت کے ساتھ لیاہے۔

آپ کی شادی والدین کی زندگی میں ہوئی تھی، مگر اہلیہ مزاج شناش نہ تھیں، اس لئے ان کی وفات کے بعد شادی نہیں کی، گیارہ (۱۱) سال کے بعد ایک خاتون کے غائبانہ حسن وکمال کے اسیر ہوئے، لیکن اللہ پاک نے دستگیری فرمائی، اور اس عورت کا خیال دل سے ہمیشہ کے لئے نکل گیا۔

آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں، آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف کشف المحجوب سے معلوم ہوتاہے کہ یہ آپ کی آخری تصنیف ہے، اوراس سے قبل نو (۹) کتابیں آپ نے اور لکھی تھیں، لیکن اب ان میں سے کوئی دستیاب نہیں ہے

، بعض کے سرقہ اور دوسروں کا اپنی طرف منسوب کر لینے کا واقعہ حضرت نے خود لکھا ہے، بہر حال ان نو تصانیف کے نام یہ ہیں:

۱- دیوان ، اس کو کسی نے اپنی طرف منسوب کر لیا (کشف المحجوب ص ۲) ۲- کتاب فنا و بقا ، ۳- اسرار الخرق والمؤونات ، ۴ - الرعایۃ بحقوق اللہ تعالیٰ۔ اس نام کی ایک تصنیف شیخ احمد بن خضرویہؒ (م ۲۴۰ھ) کی بھی ہے جو کشف المحجوب کے مآخذ میں شامل ہے، اور اسی نام کی ایک کتاب ابو عبد اللہ الحارث بن اسد المحاسبی (م ۲۴۳ھ) کی تصنیف بھی ہے، جو لندن سے چھپ چکی ہے۔ ۵- کتاب البیان لاہل العیان، ۶- نحو القلوب، ۷- منہاج الدین، طریقت، تصوف ، اور مناقب اصحاب صفہ پر مشتمل ہے، اور حسین بن منصور حلاجؒ کا حال بھی بیان کیا ہے۔ دیوان کی طرح اسے بھی کسی نے اپنی طرف منسوب کر لیا۔ ۸- ایمان، ۹- شرح کلام منصورؒ

ایک کتاب کشف الاسرار کے نام سے حضرت داتا گنج بخشؒ کی طرف منسوب ہے، مگر تحقیق کے مطابق وہ جعلی ہے، حضرت کی کتاب نہیں ہے۔

البتہ کشف المحجوب آپ کی سب سے اہم تصنیف ہے، جو مسائل شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کا ایک بیش بہا گنجینہ ہے، اور اولیاء متقدمین کے حالات بابرکات اور ان کی مقدس تعلیمات کا بہترین خزینہ ہے، نیز فارسی زبان میں تصوف و احسان پر لکھی جانے والی یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔ ہر دور کے اکابر اولیاء اللہ نے اس کو ایک بے مثل کتاب قرار دیا ہے۔ یہ کتاب آپ نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں تصنیف کی، اور اس کا تین چوتھائی حصہ یقیناً لاہور میں لکھا۔

کشف المحجوب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے پاک و ہند کے اکثر شہروں کی سیاحت کی تھی، اور آخری اقامتگاہ بننے کا شرف لاہور کی خاک کو حاصل ہوا، آپ کے لاہور آمد کی تاریخ میں اختلاف ہے، مگر قرین قیاس یہ ہے کہ ۴۵۱ھ / ۱۰۵۹ء میں لاہور تشریف لائے۔ حضرت داتا صاحبؒ نے لاہور تشریف لاتے ہی اپنی فرودگاہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی، آپ کی تاریخ وفات میں بھی سخت اختلاف ہے، قرین صحت ۴۶۵ھ تا ۴۶۹ھ / ۱۰۷۳ء تا ۱۰۷۶ء ہے۔ مزار پرانوار لاہور میں مرجع خلائق ہے، ظہیر الدولۃ سلطان ابراہیم بن مسعود بن محمود نے آپ کا مزار تعمیر کرایا، اور یہ بھی لکھا کہ حضرت کے ساتھ جو دو قبریں ہیں وہ شیخ احمد حمادی سرخسیؒ اور شیخ ابو سعید ہجویریؒ کی ہیں۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

(کشف المحجوب (مترجم از ابو الحسنات سید محمد احمد قادریؒ) ص ۱۴ تا ۶۵ مؤلفہ حضرت داتا گنج بخش لاہوریؒ، دیباچہ از حکیم محمد موسیٰ امرتسری، تحقیق و تخریج و تدوین: ڈاکٹر خالق داد ملک، و ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، ناشر مکتبہ شمس و قمر جامعہ حنفیہ لاہور، فروری ۲۰۱۲ء / ربیع الاول ۱۴۳۳ھ)

اجمیر کا حال

حضور خواجہ غریب نواز اجمیر کی تشریف آوری سے بارہ (۱۲) سال قبل پر تھوی راج کی والدہ نے اپنے بیٹے کو علم نجوم کے ذریعہ آگاہ کر دیا تھا کہ آج سے بارہ (۱۲) سال بعد اجمیر میں ایک درویش اس صورت و شکل اور اس وضع قطع کا اپنے چالیس (۴۰) ہمراہیوں کے ساتھ حدود سلطنت میں داخل ہو گا، پر تھوی راج نے اس روز سے تمام قلمرو میں یہ حکم نافذ کر دیا تھا کہ اگر آج کی تاریخ سے کوئی مسلمان اس صورت و شکل کا چالیس ہمراہیوں کے ساتھ حدود سلطنت میں داخل ہو تو فوراً اس کو گرفتار کر کے ہمارے حضور میں پیش کیا جائے یا قتل کر دیا جائے۔ سرکار غریب نواز لاہور سے روانہ ہو کر جب سوانہ (پانی پت) کے قریب پہونچے تو وہاں کا راجہ اور پر تھوی راج کے سپاہیوں نے آپ کو شناخت کر لیا، حاکم کو اطلاع دی گئی، حاکم سمانہ (پانی پت) نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہار عقیدت کے طور پر دعوت طعام دی، آپ فوراً مراقب ہوئے، حضور انور ﷺ نے فرمایا، یہ لوگ مکار ہیں، ان کی باتوں میں نہ آؤ، دربار رسالت سے یہ ہدایت حاصل ہوتے ہی آپ نے دعوت رد کر دی، اور آپ وہاں سے اجمیر کے لئے روانہ ہو گئے۔

سرکار غریب نواز اجمیر میں

الغرض سرکار غریب نواز بتاریخ ۷/ محرم ۵۶۱ھ (۱۹/ نومبر ۱۱۶۵ء) کو داخل اجمیر ہوئے اور شہر سے باہر ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام فرمانے کا ارادہ کیا، ابھی سامان رکھنے نہ پائے تھے کہ ایک شخص نے رعونت آمیز لہجہ میں کہا، یہاں سامان نہ اتارو، کہیں اور جا کر ٹھہرو، یہ راجہ کے اونٹوں کے باندھنے کی جگہ ہے، یہ سن کر خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا، ہمیں اونٹوں سے کیا غرض، وہ یہاں ہی بیٹھے رہیں گے، ہم جاتے ہیں، یہاں سے اٹھ کر آپ اپنے ہمراہیوں کو

ساتھ لے کر اس پہاڑ پر تشریف لے گئے، جہاں اب آپ کا چلہ بنا ہوا ہے، اور جو اناساگر کے اوپر واقع ہے، شام کو جب وہ اونٹ وہاں آکر بیٹھے تو بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے، ساربانوں نے ہر چند ان کو مارا پیٹا مگر انہوں نے ذرہ برابر جنبش نہ کی، مجبور ہو کر ساربانوں نے سرکار میں حاضر ہو کر گریہ وزاری کی، تب آپ کے حکم سے وہ اونٹ اس جگہ سے اٹھے۔

بچھیا دودھ دینے لگی

جس وقت خواجہ غریب نوازؒ نے اناساگر کے پہاڑ پر ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام کیا، تو وہاں گائے کی بہت سی بچھیا چر رہی تھیں، آپ نے گوالہ کو بلا کر فرمایا، ہمیں دودھ پلاؤ، گوالہ نے باادب جواب دیا، حضور! یہ راجہ کی گایوں کے بے بیائے بچے ہیں، ان میں سے کوئی بھی دودھ نہیں دیتی، آپ نے ایک بچھیا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، اچھا جاؤ اس بچھیا کا دودھ دوہ لاؤ، گوالہ نے جوں ہی اس بچھیا کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اس کے تھن دودھ سے بھر گئے، آپ کی برکت سے اس بچھیا نے اس قدر دودھ دیا کہ اکتالیس (۴۱) آدمیوں نے خوب سیر ہو کر پیا، آپ کی یہ حیرت انگیز کرامت دیکھ کر وہ گوالہ مسلمان ہو گیا۔

پجاریوں کے چہرے فق ہو گئے

ایک روز سرکار غریب نوازؒ کا ایک خادم غسل کے ارادے سے اناساگر گیا، چونکہ اناساگر پر بے شمار بت خانے تھے، وہاں پجاریوں کا ہر وقت جمگھٹا رہتا تھا، پجاریوں نے اس کو دیکھ کر صرف شور و غل ہی نہیں مچایا بلکہ آمادۂ فساد ہو گئے، ان کا عقیدہ تھا کہ مسلمان کے ہاتھ لگانے سے تالاب کا پانی ناپاک ہو جائے گا، خادم مجبور ہو کر وہاں سے لوٹا اور حضور غریب نوازؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر نازیبا سلوک کی شکایت کی، خواجہ بزرگ کو پجاریوں کی اس نامعقول حرکت پر بہت غصہ آیا، آپ نے خادم کو بحالت غیظ و غضب حکم دیا کہ اناساگر میں سے ایک

چھاگل پانی بھرلاؤ، خادم نے جوں ہی چھاگل پانی سے بھرا، اناساگر جیسا تالاب اور تمام کنووں، چشموں حتیٰ کہ دودھ دینے والے جانوروں کے تھنوں میں دودھ خشک ہوگئے، یہ حال دیکھ کر پجاریوں کارنگ فق ہوگیا، اوروہ دوڑے ہوئے پرتھوی راج کے پاس گئے، اور حالات سے باخبر کیا، تالاب اور چشموں کاپانی خشک ہوجانے کی وجہ سے عوام کے دلوں پر ہیبت بیٹھ گئی، حتیٰ کہ راجہ پرتھوی راج اس حیرت انگیز مشاہدہ سے نہ صرف حیران ودم بخود تھابلکہ اس کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا، اوروہ دوڑاہواا پنی والدہ کے پاس آکر کہنے لگا، ماتاجی ! جس گرومہاراج کے آنے کی آپ نے آج سے بارہ(۱۲) سال پہلے مجھے خبر دی تھی وہ گرومہاراج آگیاہے، معلوم ہوتاہے کہ اب ہمارازمانہ اخیر آگیاہے، اب ہمارے راج پاٹ کی خیر نہیں۔

پرتھوی راج نے فوراًہی ارکان دولت کوبلاکر مشورہ کیا، کہ اس فقیر کودفع کرنے کے لئے کیاتدبیراختیار کی جائے، منت سماجت سے کام لیاجائے یابہ جبر شہر سے باہر نکال دیا جائے، ارکان دولت نے عرض کیا، ان داتا! فقیر بڑاپہونچاہوا ہے، اوراپنے وقت کابڑاکامل ہے، مقابلے سے جانبر ہوناد شوار ہے، بہتر ہے کہ جوگی جے پال کو یہ خدمت سپرد کی جائے۔

جے پال جوگی کوشکست فاش اور قبول اسلام

راجہ کے حکم سے فوراًایک ہرکارہ جۓپال جوگی کے پاس گیااور راجہ کاپیغام سنایا، کہ جلد مدد کوپہونچوورنہ کہانی ختم ہے، جۓپال ننگے سر ننگے پاؤں بھاگاہواآیا، راجہ کوبحال پریشان دیکھا، راجہ سے بات چیت کرکے جۓپال جوگی ڈیڑھ ہزار مزید جادوگروں کوساتھ لے کر مقابلہ کے لئے روانہ ہوا، خواجہ بزرگ کوجب جۓپال جادوگر کے آنے کی اطلاع ملی توآپ نے اپنے اوراپنے چالیس (۴۰) ساتھیوں کے گرد عصائے مبارک سے حصار کھینچ دیا، جوگی جۓپال جوں ہی سامنے آیا، اور حصارمیں قدم رکھناچاہا، اوندھے منہ گرگیا، پھراس نے سحر کی پوری طاقت صرف کردی، مگراس کاکوئی سحر کامیاب نہ ہوکا، بلکہ وہ الٹاجۓپال جوگی کے ساتھیوں

کے لئے پیغام موت ثابت ہوا، جئے پال اپنی شکست فاش تسلیم کر کے قدموں پر گر پڑا اور اپنی اور اہالیان اجمیر کی تشنگی کا رونا رویا، حضور نے فرمایا، جا! وہ پانی کی چھاگل اٹھالا، جئے پال نے ہر چند چھاگل اٹھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا، سرکار غریب نوازؒ نے فرمایا کہ بس اسی برتے (بل) پر ہمارا مقابلہ کرنے آیا تھا، اور اسی زور پر ناز تھا۔

جئے پال جوگی نے حضرت خواجہؒ کو مغلوب کرنے کے لئے فن سحر کے تمام کمالات ختم کر دیئے تھے، مگر آپ کے آگے اس کی کچھ نہ چل سکی، اب جئے پال جوگی نے اپنا آخری حربہ استعمال کیا، وہ جادو کے زور پر آسمان پر اڑ کر چلا گیا، سرکار غریب نوازؒ نے اسی وقت اپنی کھراون (لکڑی کی چپل) کو حکم دیا کہ جاؤ اس سحر کار کی خوب مرمت کرو، حکم ملتے ہی کھراون ہوا میں پرواز کرنے لگی، اور جئے پال جوگی کے سر و چشم پر اس زور سے پڑنے لگی، کہ پٹتے پٹتے اس کا برا حال ہو گیا، مجبور ہو کر ہر چند جئے پال جوگی نے بیر مہابیر کو پکارا مگر حق کے سامنے باطل کا زور کہاں چل سکتا ہے، لاچار ہو کر آپ کے قدموں پر گر کر مشرف بہ اسلام ہو گیا، سرکار غریب نواز نے جئے پال کا نام بدل کر عبد اللہ رکھا، عبد اللہ نے حضور سے درخواست کی کہ اس کمترین کے حق میں قیامت تک کی زندگی کے لئے دعا فرمایئے، آپ نے دعا فرمائی، کہ تو ان شاء اللہ قیامت تک زندہ رہے گا، بعض زائرین کا بیان ہے کہ عبد اللہ بیابانی لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں، اور آج بھی زندہ ہیں، بھولوں کو راستہ بتاتے ہیں، اور مصیبت کے ماروں کے کام آتے ہیں[35]۔

35- لیکن جیسا کہ خلفاء کے بیان میں آگے آرہا ہے کہ حضرت عبد اللہ بیابانیؒ کی وفات ۲۵ / رجب ۶۴۸ھ مطابق ۲۹ / اکتوبر ۱۲۵۰ء کو ہو گئی تھی، مزار اجمیر شریف میں ہے۔۔۔۔

اخبار الاخیار میں ایک اور شیخ عبد اللہ بیابانیؒ (ولادت ۸۰۲ھ / ۱۴۰۰ء – وفات ۹۰۵ھ / ۱۴۹۹ء) کا بھی ذکر ہے، مگر وہ متاخر ہیں، حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے منسلکین میں تھے، ابتداء میں ان کا قیام دہلی میں تھا، بعد میں وہ مندو

شادی دیو جن کا قبول اسلام

جئے پال کی حسرت ناک ناکامی سے پر تھوی راج کا دل ٹوٹ گیا، اب اس کا رہا سہا سہارا وہ جن رہ گیا تھا، جس کی پرستش اہالیان اجمیر از راہ عقیدت کیا کرتے تھے یہ جن چونکہ پر تھوی راج کا دوست تھا، اسے اپنے دوست کی پریشانی کا علم ہوا، تو فوراً راجہ کے پاس دوڑا آیا، اور بے قراری اور پریشانی کی وجہ دریافت کی، راجہ نے سارا قصہ من و عن بیان کر دیا، اس جن نے جوں ہی سرکار غریب نواز کا نام سنا، تھرا گیا، ہیبت طاری ہو گئی، کہنے لگا، نادانو! اس مرد بزرگ سے نا آشنا ہو، یہ شخص شیر بیشۂ معرفت ہے، اس کے سامنے تمہاری کیا حقیقت ہے، یہ کہہ کر فوراً سرکار غریب نواز کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔۔۔ عرض کیا، یاہادی! مجھ گم گشتۂ راہ کو راہ ہدایت بتلایئے، آپ نے اس جن کو کلمۂ طیبہ پڑھایا، وہ جن بہ رضا و رغبت خود مسلمان ہو گیا۔

پر تھوی راج کا غصہ

سحر و ساحری کے ذریعہ جنگ میں شکست فاش کھا کر پر تھوی راج کا غصہ بڑھ گیا تھا، وہ دل ہی دل میں کھول رہا تھا، کہ اس بلائے بے درماں کے دفعیہ کی کیا تدبیر اختیار کی جائے، ایک روز پر تھوی راج قلعہ کی برجی پر بیٹھا ہوا مصروف نظارہ تھا کہ سدا بہار پہاڑی پر خواجہ غریب نواز کے گرد اہل حاجات اور بڑے بڑے لوگوں کا جم غفیر نظر آیا، فرط غضب میں پر تھوی راج نے ایک راجپوت سردار کو حکم دیا، کہ ایک دستہ سپاہیوں کا لے کر اس پورے ہجوم کو گرفتار کر ڈالو، اور فقیر سے کہو کہ کل تک اجمیر سے چلا جائے اور تمام شہر میں منادی کرا دی

منتقل ہو گئے تھے، وہیں ان کا مزار ہے (اخبار الاخیار ص ۴۴۹ مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، ترجمہ: مولانا سبحان محمود و مولانا محمد فاضل، ناشر: مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

کہ اس اعلان کے بعد جو شخص اس فقیر کے پاس جائے گا اس کو سزا دی جائے گی ،اور گھر بار تاراج کر دیا جائے ،راجہ کا قاصد اور کوتوال شہر جب سپاہیوں کا ایک دستہ لے کر سدا بہار پہاڑی پر پہونچا اور راجہ کا گستاخانہ پیغام سنایا تو آپ نے فرمایا، ہم تو خلق اللہ کی غمخواری کے لئے آئے ہیں ،رائے پتھورا ہمارے کام میں کیوں خواہ مخواہ دخل انداز ہوتا ہے ،راجہ سے کہہ دینا کہ تین دن کے اندر معلوم ہو جائے گا کہ میں یہاں سے نکلتا ہوں یا تم۔

سرکار غریب نوازؒ روزہ سے تھے ،حاضرین کی گرفتاری آپ کو یک گونہ شاق گذری ،مغرب تک مصلیٰ پر خاموش بیٹھے رہے ،روزہ افطار فرمایا اور نماز سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر مراقبہ میں بیٹھے رہے ،مراقبہ سے فارغ ہو کر خدام کے دریافت کرنے پر فرمایا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے پرتھوی راج کے اختیارات کی باگ ڈور شہاب الدین کے ہاتھ میں دے دی ہے۔

غیبی طاقت کا ادنیٰ کرشمہ

اگلے روز پرتھوی راج قلعہ کے برج پر یہ دیکھنے چڑھا کہ سرکار غریب نوازؒ یہاں سے چلے گئے یا نہیں، کہ اسے گوگرا گھاٹی کی طرف سے دو سانڈنی سوار تیزی سے آتے ہوئے دکھائی دیئے ،راجہ نے سمجھا، یہ دونوں قاصد کھانڈے راؤ حاکم دہلی کے ہیں ،کوئی خاص خبر لے کر آرہے ہیں ،راجہ پرتھوی راج محل میں واپس آکر ارکان دولت کو جمع کر کے قاصدوں کی آمد کا انتظار کرنے لگا، تھوڑی دیر میں وہ دونوں قاصد راجہ کے دربار میں پہونچ گئے ،اور کھانڈے راؤ کے ایک خط کے ساتھ شہاب الدین غوری کا اعلان جنگ پیش کیا، پرتھوی راج نے دونوں خط کو پڑھ کر کھانڈے راؤ حاکم دہلی کو خط لکھا کہ آس پاس کے تمام راجاؤں کو متحدہ طاقت سے مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ کرتے ہوئے تیار ہو جاؤ، اور خود بھی جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

سرکار غریب نوازؒ شادی دیو کی قیام گاہ پر

اسی دوران میں سرکار غریب نواز جئے پال اور شادی دیو کی درخواست پر شادی دیو کی قیامگاہ پر جو وسط شہر میں واقع تھی، تشریف لے گئے، وہاں پہونچ کر آپ نے پر تھوی راج کو دعوت اسلام بھیجی، مگر اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، سرکار غریب نواز کے قاصد نے جب پر تھوی راج کی سرکشی اور دعوت اسلام رد کر دینے کا حال ذکر کیا، تو آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا، اگر یہ کم بخت ایمان نہ لایا تو اسے اسلامی لشکر کے ہاتھوں زندہ گرفتار کرادوں گا۔

پر تھوی راج کو اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا، اس کا خیال تھا کہ میں شہاب الدین کو شکست دے کر ہی نہیں چھوڑوں گا بلکہ تاخت و تاراج کرتا ہوا غزنی تک پہونچوں گا، اس مقصد کے لئے اس نے بہت سے راجاؤں کو اپنے ساتھ ملالیا تھا۔ جب پر تھوی راج اور کھانڈ راؤ کی جنگی تیاریاں مکمل ہو گئیں، تو وہ ڈیڑھ لاکھ سوار اور ایک لاکھ پیادہ اور تین ہزار جنگی ہاتھی، اور سولہ ہزار سامان جنگ کے چھکڑے لدوا کر شہاب الدین کا راستہ روکنے کے لئے پہلے ہی سے دریائے سرستی عبور کر کے تراوری (ترائن[36]) کے میدان میں پہونچ گیا، ادھر شہاب الدین کی فوج بھی آگئی، اور تراوری کے میدان میں دونوں جانب سے صف بندی ہو گئی۔

شہاب الدین غوری کا لشکر

تاریخ فرشتہ میں ہے کہ پر تھوی راج کی فوج تین لاکھ اور شہاب الدین غوری کا لشکر صرف ایک لاکھ ستر ہزار تھا، بہادر راجپوت کے مقابلے میں اگرچہ شہاب الدین کی فوج کی تعداد کچھ بھی نہ تھی، تاہم شہاب الدین کو یقین تھا کہ وہ اس جنگ میں یقیناً فتحیاب ہو گا۔

36- تاریخ فرشتہ میں ترائن لکھا ہے (تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۱۴۷ مؤلفہ محمد قاسم فرشتہ، ترجمہ عبدالحی خواجہ (مشفق خواجہ)، ناشر: المیزان، لاہور، ۲۰۰۸ء)

پرتھوی راج نے اپنی تین لاکھ فوج اس طرح ترتیب دی کہ آگے ایک لاکھ تیر اندازوں کی قطاریں تھیں، ان کے پیچھے ڈیڑھ لاکھ سوار صف بستہ تھے، پشت پر ڈیڑھ سو(۱۵۰)راجاؤں کی فوجیں تھیں، اوران کے پیچھے پرتھوی راج مع پچاس ہزار سواروں کے موجود تھا، اور پشت پر ہاتھیوں کی قطار کھڑی تھی۔

ادھر شہاب الدین نے اپنے مختصر سے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ سب سے آگے ایک کمان کی شکل میں بیس ہزار سوار اور تیس ہزار پیدل تھے، ان کے وسط میں قطب الدین ایبک تھا، میمنہ پر اپنے بھتیجے عبداللہ کو اور میسرہ پر اپنے لڑکے محمود خان کو مقرر کیا، اور بقیہ تقریباً ساٹھ ہزار سواروں کو بارہ بارہ ہزار کے پانچ دستوں پر تقسیم کیا[37]۔

۲۷/ محرم ۵۸۸ھ (مطابق ۱۹/ فروری ۱۱۹۲ء) کو جب ہر دو جانب سے صف بندی مکمل ہوگئی، تو راجپوتوں نے طبل جنگ بجایا، ایک لاکھ تیر اندازوں نے تیروں کی بارش شروع کردی، ادھر غوری سپاہیوں نے نیزے سنبھالے، دیکھتے ہی دیکھتے دونوں لشکر گتھم گتھا ہوگئے، ہزاروں سر کٹ کٹ کر تنوں سے زمین پر گرنے لگے، آہ وبکا اور چیخ وپکار کی صدا سے فضا گونجنے لگی، ڈیڑھ گھنٹہ سخت معرکہ رہا، دشمنوں کو کاٹتے کاٹتے بہادر غوریوں کے ہاتھ شل ہوگئے، راجپوتوں کا ٹڈی دل سپاہی بڑھ بڑھ کر غوری لشکر کو ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا، کہ شہاب الدین کا بارہ ہزار کا تازہ دم دستہ آگے بڑھا، ہر گھنٹہ تازہ دم کمک پہونچنے کی وجہ سے مصروف جنگ غوری سپاہیوں کی ہمت بڑھتی رہی، جنگ طول پکڑتی رہی، دوپہر ہوگئی، پرتھوی راج کی فوج لڑتے لڑتے تھک گئی، قریب تھا کہ راجپوت فوج بھاگ پڑے مگر وقت کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے پرتھوی راج اور شرکائے جنگ راجگان نے تلسی کے پتے چبا چبا کر قسمیں

---

[37]۔ تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۱۴۷، ۱۴۸ مؤلفہ محمد قاسم فرشتہ، ترجمہ عبدالحی خواجہ (مشفق خواجہ)، ناشر: المیزان، لاہور، ۲۰۰۸ء

کھائیں کہ مر جائیں گے مگر میدان جنگ سے منہ نہ موڑیں گے، الغرض تمام راجاؤں نے اپنی فوج کو جوش دلانا شروع کیا، جنگ کی آگ تیزی سے بھڑک اٹھی، شہاب الدین غوری گھوڑے کی پشت پر بیٹھا جنگ کی حالت ملاحظہ کر رہا تھا، کہ اس نے یکایک گھوڑے کی زین پر اپنی پیشانی رکھ دی، غنودگی سی طاری ہوئی، عالم رویا میں دیکھا کہ ایک بہت بڑی شاندار جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ہو رہی ہے، شہاب الدین بھی جماعت میں شریک ہے، نماز سے فارغ ہو کر خطیب نے شہاب الدین کا شانہ پکڑ کر ہلایا، زین سے اٹھایا اور کہا کہ معزالدین! اٹھو، یہ سونے کا وقت نہیں ہے، کارکنان قضاو قدر نے فتح و نصرت تمہارے لئے مقدر کر دی ہے، پر تھوی راج کی موت تمہارے ہاتھ میں ہے، غم نہ کرو، خدائے عزوجل تمہارے ساتھ ہے، یہ بشارت سنتے ہی شہاب الدین کی آنکھ کھل گئی، فوج کی طرف نظر ڈالی تو وہی مرد خدا ہر طرف فوج کی نگرانی کرتے نظر آئے۔

شہاب الدین غوری موقعہ شناس اور بہادر سپاہی تھا، اس نے جب دیکھا کہ گرمی کے سخت دن ہیں، دونوں طرف کی فوجیں لڑتے لڑتے تھک گئی ہیں، اور جنگ ایسے نازک مرحلے پر پہونچ گئی ہے کہ کسی فریق کی ادنیٰ سی غفلت بھی شکست کا باعث بن سکتی ہے، تو اس نے فوراً چھ چھ ہزار کے تازہ دم دو دستے میمنہ و میسرہ کی طرف روانہ کئے، اس کے علاوہ شہاب الدین کی خاصہ فوج کے بارہ ہزار سوار تھے، شہاب الدین خود ان کو دو دو ہزار کی چھ صفوں میں ترتیب دے کر قلب لشکر سے نکلا، اور راجپوت لشکر کی طرف بڑھا، اور عام حملہ کا حکم دیا، پر تھوی راج تین طرف سے گھر گیا، غوری کے خلجی نوجوانوں نے تھکے ہوئے راجپوتوں کو پیچھے ہٹا دیا۔

راجپوتوں کے بدمست ہاتھیوں نے خود راجپوتوں کو روند ڈالا۔

غرض ایک گھنٹہ کی تابڑ توڑ جنگ سے شہاب الدین نے تراوری (ترائن) کا معرکہ سر کر لیا، پر تھوی راج اور دیگر راجگان بھاگ پڑے، غوری سپاہیوں نے تعاقب کر کے چند

راجاؤں کو مار ڈالا، اور پر تھوی راج سرستی کے کنارے گرفتار ہو کر قتل کر دیا گیا۔

تراوری کا میدان فتح کر لینے کے بعد شہاب الدین کیکڑی کے راستے اجمیر روانہ ہوا، جس وقت شہاب الدین دیولی پہونچا تو وہاں ان راجاؤں کے لڑکے جن کے باپ اس جنگ میں مارے جا چکے تھے، دستاویزات فرمانبر داری اور شاہانہ تحائف لئے استقبال کے لئے جمع تھے، شہاب الدین نے شاہانہ کرم و عنایت سے ان کی دستاویزات پر مہر توثیق ثبت فرمائی، اور پر تھوی راج کے لڑکے کے ساتھ بالخصوص نہایت خندہ پیشانی سے پیش آیا، جاگیریں واگزاشت کیں، پر تھوی راج کے لڑکے کو ازراہ ترحم خسر وانہ اجمیر کی حکومت عطا فرمائی، شہاب الدین غوری کے شاہانہ سلوک سے متاثر ہو کر راجگان نے کیکڑی کے مشہور تالاب کے کنارے چراغاں منایا ،غرض شہاب الدین غوری دیولی سے روانہ ہو کر غروب آفتاب کے وقت اجمیر پہونچا، اذان کی آواز سن کر حیران رہ گیا، کہ یہاں حق کی آواز! یہ کیا معاملہ ہے ؟اجمیر کے کسی ہندو لڑکے نے شہاب الدین سے عرض کیا، عالی جاہ! یہاں سال بھر سے چند درویش ٹھہرے ہوئے ہیں، وہ دن رات میں کئی مرتبہ اسی طرح پکار کر پوجا کرتے ہیں۔

سلطان شہاب الدین خواجہ غریب نوازؒ کے قدموں پر

کاشانۂ ولایت پر پہونچ کر دیکھا کہ نماز باجماعت ہو رہی ہے شہاب الدین بھی شریک ہو گیا، جس وقت امام نے بعد فراغت نماز مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو شہاب الدین نے دیکھا کہ امام صاحب تو وہی بزرگ ہیں، جو میدان جنگ میں میری فوجوں کی رہنمائی کر رہے تھے، شہاب الدین حضور خواجہ غریب نوازؒ سے قدم بوس ہونا چاہتا تھا کہ خواجہ بزرگؒ نے اس کو خود اپنی آغوش میں لے لیا، شہاب الدین بہت دیر تک اپنے رخسار حضور کے سینۂ مبارک سے لگائے رہا، جب حضور خواجہؒ نے دعائیں دے کر بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا تو شہاب الدین کی ڈاڑھی خوشی کے آنسوؤں سے تر تھی، اس کے بعد شہاب الدین

نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

شانِ فقر و درویشی

حضور سرکار خواجہ غریب نواز پر (غالباً آخری عمر میں) اکثر اوقات استغراقی کیفیت رہتی تھی، اور وہ بھی اس درجہ کی کہ آپ کو اپنی بھی خبر نہ رہتی تھی، نماز کے وقت حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ اور قاضی حمید الدین ناگوریؒ سامنے کھڑے ہو کر بہ آواز بلند "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" پکارتے پھر بھی آپ ہوشیار نہ ہوتے، تب مجبوراً شانۂ مبارک ہلایا جاتا تو آنکھیں کھولتے تھے۔

آپ ہر سال بہ قوت روحانی اجمیر شریف سے زیارت کعبہ کے واسطے تشریف لے جاتے تھے، آخر زمانے میں تو یہ عالم تھا کہ آپ ہر شب خانۂ کعبہ میں طواف کرتے اور صبح صادق سے پہلے اجمیر شریف واپس آکر نماز فجر ادا کرتے تھے۔

سرکار غریب نوازؒ ایک دن حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے، کہ ندا آئی اے معین الدین! ہم تجھ سے خوش ہیں، اور تجھے بخش دیا، جو کچھ چاہتے ہو مانگو عطا کروں گا، آپ نے عرض کیا، معین الدین کے مریدان سلسلہ کو بخش دے، ارشاد ہوا، تیرے سلسلہ کے تمام مریدان کو بخش دوں گا۔

سیر الاقطاب میں ہے کہ خواجہ غریب نوازؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس وقت تک جنت میں قدم نہ رکھوں گا جب تک میرے مرید جنت میں داخل نہ ہو جائیں۔

سرکار غریب نوازؒ کی عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا، کہ آپ نے تمام عمر عبادات و ریاضات و مجاہدات میں بسر کی، ستر (۷۰) برس تک پہلوئے مبارک کو زمین سے نہ لگایا، سوائے اشد ضرورت کے آپ ہمیشہ باوضو رہتے تھے، عموماً عشا کی نماز سے فجر کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے، سفر اور حضر میں آپ روزانہ دو قرآن مجید ختم فرمایا کرتے تھے، ایک دن میں اور ایک رات میں، جب آپ پر حالت جلالی کا غلبہ ہوتا تھا تو حجرہ کا دروازہ بند کر کے مشغول

ہو جاتے تھے، نماز کے وقت حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لاتے، اس وقت جس پتھر پر نظر پڑ جاتی تھی، وہ اسی وقت خاک ہو جاتا تھا۔

حضور غریب نوازؒ سنت نبوی کے سخت پابند تھے، خدا کے خوف سے ہر وقت لرزہ براندام اور اشکبار رہتے تھے، اخلاق محمدی کا مکمل نمونہ تھے، تحمل، عفو، اور بردباری کا یہ عالم تھا کہ آپ کبھی کسی سے رنجیدہ اور آشفتہ خاطر نہ رہتے تھے، نہ کسی پر غصہ فرماتے تھے، جود و کرم کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے خالی نہ جاتا تھا، آپ بڑے حلیم، متواضع، اور منکسر مزاج تھے، سلام میں ہمیشہ سبقت فرماتے تھے، ہر ملاقاتی سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آیا کرتے تھے، اور ان کے رنج و غم میں برابر شریک رہا کرتے تھے۔

آپ کے مطبخ میں ہر روز اس قدر کھانا پکا کرتا تھا کہ شہر کے تمام غرباء و مساکین سیر ہو کر کھایا کرتے تھے، یومیہ خرچ کے لئے جس قدر رقم درکار ہوتی خادم دست بستہ عرض کرتا آپ مصلیٰ کا گوشہ اٹھا کر فرماتے، آج کے خرچ کے واسطے جس قدر درکار ہو لے لو، آپ کی خدمت میں جو سائل یا حاجت مند حاضر ہوتا آپ اس کے لئے دعا فرماتے۔ اور جو کچھ اس کی قسمت کا ہوتا مصلیٰ کے نیچے سے عطا فرماتے تھے، زہد و قناعت کا یہ عالم تھا کہ باوجود آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بادشاہ وقت کے پیر تھے اور بادشاہ بھی ان کا نہایت معتقد تھا، لیکن آپ نے کبھی اس شاہی تعلق کو کوئی اہمیت نہیں دی، امراء جو کچھ آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے، آپ اسی وقت غرباء میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے، سرکار غریب نواز سفر اور حضر میں ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار رہا کرتے تھے، اور صرف افطار پر اکتفا فرماتے تھے، ساتویں روز خشک روٹی کا ایک ٹکڑا جو وزن میں پانچ مثقال سے کسی حالت میں بھی زیادہ نہ ہوتا تھا، پانی میں بھگو کر تناول فرمایا کرتے تھے۔

لباس مبارک ہمیشہ دوہرے کپڑے کا بخیہ شدہ ہوتا تھا، جب کہیں سے پھٹ جاتا تھا،

توجس قسم کا کپڑا میسر ہوتا تھا بلا تأمل پیوند لگا لیا کرتے تھے، آپ کے جسم اقدس پر ہمیشہ پیوند دار لباس رہا کرتا تھا، ابتدائی دور میں آپ کا ذریعۂ معاش باغ اور پن چکی کی آمدنی تھی، مگر ان دونوں کو راہ خدا میں لگانے کے بعد آپ تیر و کمان اور چقماق ساتھ رکھتے تھے، اور شکار کے گوشت پر قناعت فرماتے تھے۔

سرکار غریب نواز کی ازواج و اولاد سعیدہ

حضرت سرکار غریب نوازؒ نے بہ ایمائے سرور عالم ﷺ بڑی عمر میں شادی کی تھی ،آپ کی پہلی شادی خواجہ وحید الدین مشہدیؒ کی صاحبزادی بی بی عصمتؒ سے ۵۸۹ھ (مطابق ۱۱۹۳ء) میں ہوئی تھی، اور دوسری شادی بی بی امت اللہ سے۔

پہلی بیوی سے تین صاحبزادے، (۱) خواجہ فخر الدین ابوالخیرؒ، (۲) خواجہ ضیاء الدین ابوسعید، (۳) اور خواجہ حسام الدین ابوصالح پیدا ہوئے، اور دوسری بیوی سے حافظہ جمال صاحبہ، الغرض حضرت خواجہ بزرگؒ کی صلبی اولاد میں صرف تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔

☆**حضرت خواجہ فخر الدین ابوالخیرؒ** کا مزار شریف قصبہ سر دار شریف ریاست کشن گڑھ میں اجمیر سے چونتیس (۳۴) میل کے فاصلے پر ہے، آپ کا عرس تین سے چھ شعبان تک ہوتا ہے۔

☆**حضرت خواجہ ضیاء الدین ابوسعید** منجھلے صاحبزادے کا مزار شریف احاطۂ درگاہ غریب نواز میں جھالرہ میں واقع ہے، عرس ۱۳/ ذی الحجہ کو ہوتا ہے۔

☆**حضرت خواجہ حسام الدین ابوصالح**، آپ حضرت خواجہ غریب نواز کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں، آپ کا مزار شریف بھی لب جھالرہ اپنے بھائی خواجہ ابوسعیدؒ کے مزار کے قریب ہے۔

☆**تاج المستورات حافظہ جمال:** آپ کا مزار شریف خواجہ غریب نوازؒ کے بائیں

ایک چھوٹے سے قبہ میں زیارت گاہ خلائق ہے،۱۹/ رجب کو آپ کی فاتحہ بڑی دھوم دھام سے ہوتی ہے۔

سرکار غریب نواز کے چند ممتاز خلفاء

یوں توسرکار غریب نواز کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے، مگر چند ممتاز خلفاء کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

(۱)قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ: آپ سرکار کے اول خلیفہ و خلیفۂ اعظم ہیں، آپ کا مزار مبارک قصبہ مہرولی میں دہلی سے تیرہ (۱۳) میل کے فاصلے پر زیارت گاہ خاص و عام ہے، ۱۴/ ربیع الاول کونہایت تزک واحتشام کے ساتھ عرس ہوتا ہے

(۲)سلطان التارکین حضرت خواجہ حمید الدین ناگوریؒ(م ۵/ محرم ۶۴۳ھ مطابق ۸/جون ۱۲۴۵ء مزار: دہلی)

(۳) قاضی وحید الدین ناگوریؒ(خراسانی)(م ۹/ جمادی الثانیہ ۶۴۵ھ مطابق ۱۷/ اکتوبر ۱۲۴۷ء مزار: ہرات)

(۴)حضرت عبد اللہ بیابانیؒ(م ۲۵/رجب ۶۴۸ھ مطابق ۲۹/اکتوبر ۱۲۵۰ء مزار: اجمیر شریف)

(۵)حضرت شیخ محمد علی سنجریؒ

(۶)حضرت شیخ محمد زاہد ترک نارسوئیؒ(م ۱۱/ محرم الحرام ۶۳۴ھ مطابق ۲۰/ ستمبر ۱۲۳۶ء، مزار: دہلی)

ہدایت المعارف میں پچپن (۵۵)جنات خلفاء کے نام بھی درج ہیں۔

پندرہ (۱۵) آپ کے پیر بھائی بھی تھے جو حضرت کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے۔

کرامات خواجہ

یوں تو سرکار غریب نواز کی حیات طیبہ سر تاپا کرامت ہی کرامت تھی، کتب سیر و سوانح آپ کے تصرفات اور خرق عادات کے تذکرے سے پر ہیں، لیکن اس خیال سے کہ یہ مضمون اس عنوان سے تشنہ نہ رہ جائے، سرکار غریب نوازؒ کی چند کرامات تقویت ایمان اور غذائے روح کے طور پر ذیل میں درج ہیں:

شمس الدین التمشؒ کی بادشاہت کی پیش گوئی

☆ایک روز حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ اور شیخ اوحدالدین کرمانیؒ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ایک جگہ بیٹھے ہوئے گفتگو فرمارہے تھے، کہ سامنے سے ایک لڑکا تیر و کمان ہاتھ میں لئے ہوئے گذرا، سرکار غریب نواز نے فرمایا، مجھے لوح محفوظ پر دیکھ کر معلوم ہوا ہے کہ یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ ہو گا، آپ کی پیشین گوئی حرف بحرف صادق آئی، وہ لڑکا سلطان شمس الدین التمشؒ تھا، جو دہلی کا جلیل القدر شہنشاہ بنا۔

ارادۂ قتل سے باخبر ہو گئے

☆ایک روز ایک شخص بغل میں چھری دبا کر قتل کے ارادے سے خدمت اقدس میں حاضر ہوا، عرض کیا، مجھے حضور کی قدمبوسی کا بے حد اشتیاق تھا، آپ نے فرمایا، تو جس کام کے لئے آیا ہے وہ کام کر، میں تیرے سامنے موجود ہوں، یہ سن کر وہ شخص خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگا، عرض کیا، حضور! میں بے قصور ہوں، مجھے فلاں شخص نے آپ کے قتل کے لئے بھیجا تھا، اللہ معاف فرمایئے، یہ کہہ کر اس نے چھری آپ کے آگے ڈال دی، آپ نے کمال خندۂ پیشانی سے اسے معاف فرمادیا، وہ فوراً تائب ہو کر آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گیا۔

آپ کی دعا سے مردہ زندہ ہو گیا

☆ایک روز ایک عورت نالہ و فریاد کرتی ہوئی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، آپ اس وقت وضو فرمارہے تھے، عورت نے عرض کیا حضور حاکم شہر نے میرے لڑکے کو ناحق قتل کردیا ہے، میں حضور کے پاس فریاد لے کر آئی ہوں ، آپ نے وضو سے فارغ ہو کر عصائے مبارک ہاتھ میں لے کر مقربان کے جلوس قتل گاہ کی طرف تشریف لے جاکر سر اور جسم کو ملا کر رکھا اور خداوند کریم سے دعا کی، یااللہ !اگر یہ لڑکا بے قصور ہے، تو اس کو زندہ کردے، یہ دعا کر کے آپ نے لڑکے کے جسم پر عصائے مبارک رکھ کر فرمایا، خدا کے حکم سے زندہ ہو جا، وہ اسی وقت زندہ ہو گیا، سرکار غریب نواز کی کرامت صرف آپ کی حیات تک ہی مخصوص نہ تھی، وفات کے بعد بھی اب تک جاری ہے۔

ولی کی علامات

حضور خواجہ غریب نوازؒ کا ارشاد ہے، کہ جس شخص میں تین (۳) خصلتیں ہوں اس کو ولی کامل سمجھنا چاہئے، اول دریا کی سخاوت ، دوم سورج کی طرح شفقت، سوم زمین کی طرح تواضع۔

سرکار غریب نواز کا وصال

وصال سے کچھ روز پہلے آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ محبوب حقیقی سے وصال کا وقت قریب آگیا ہے، اسی روز سے آپ پر ایک خاص کیفیت طاری رہنے لگی تھی، وصال سے چند روز پیشتر حضرت خواجہ قطب الدینؒ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا، اور قطب جہاں کا خطاب عطا فرمانے کے بعد دہلی روانہ فرمایا، ۵/رجب المرجب ۶۳۳ھ (۲۱/مارچ ۱۲۳۶ء) کی شام آپ پر اس خاص کیفیت کا غلبہ زیادہ ہو گیا، چنانچہ بعد نماز عشا حجرۂ مبارک کا دروازہ بند کرنے کے بعد

سرکار غریب نوازنے خدام کو اندر آنے سے منع فرمایا، خدام تمام رات حجرے کے باہر حاضر رہے، اور صدائے وجد سنتے رہے، لیکن آخر شب میں آواز آنی موقوف ہوگئی، نماز فجر کے وقت خدام دروازہ کھلنے کا انتظار کررہے تھے، جب دروازہ نہ کھلا تو خدام نے دستک دی، کوئی جواب نہ آیا، تو دروازہ توڑا گیا، دیکھا کہ آپ واصل بحق ہوچکے تھے، اور آپ کی پیشانیٔ مبارک پر بہ خط نور لکھا تھا "حبیب اللہ مات فی حب اللہ" آپ کے بڑے صاحبزادے خواجہ فخر الدین نے آپ کے جنازے کی نماز پڑھائی، انبیاء علیہم السلام کی سنت کے مطابق آپ بمقام اجمیر اسی حجرۂ مبارک میں جہاں آپ بودوباش رکھتے تھے محو استراحت ہیں[38]۔

(۱۷)

حضرت خواجہ قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکیؒ

حضرت خواجہ قطب الاقطاب ۱۹/ربیع الاول ۵۷۳ھ (مطابق ۱۹/اکتوبر ۱۱۴۲ء) کو بروز دوشنبہ صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے، آپ کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں، کہ نصف شب گذر چکی تھی، میں حسب معمول بیدار ہوئی، زمین سے آسمان تک تجلیات کا ہجوم تھا، سارا گھر بقعۂ نور معلوم ہوتا تھا، میری آنکھیں حیران تھیں، اور دل مضطرب تھا، عرض کیا بار الٰہا! یہ کیا

38- آپ کی وفات سلطان شمس الدین التمشؒ کے دور میں ہوئی، تاریخ وفات جمہور اہل تاریخ کے نزدیک ۶/رجب المرجب یوم دوشنبہ ۶۳۲ھ مطابق ۲/اپریل ۱۲۳۵ء ہے، بعض نے ۳۰/ذی الحجہ بھی لکھا ہے، مگر پہلا قول صحیح ہے، البتہ سن وفات میں سخت اختلاف ہے، ۶۳۲ھ، ۶۳۳ھ، ۶۳۶ھ، ۶۳۷ھ کئی اقوال ہیں، عمر میں بھی کئی اقوال ہیں، بعض نے چھیانوے (۹۶) سال، بعض نے ایک سو چار (۱۰۴) اور بعض نے ایک سو سات (۱۰۷) سال بتائی ہے (اخبار الاخیار ص ۵۹ تا ۶۵ مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی ☆ خزینۃ الاصفیاء ص ۶۱ تا ۷۶ مؤلفہ مفتی غلام سرور ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۶۵ تا ۱۷۰ مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، ناشر: مکتبہ شیخ زکریا، سہارن پور، ۱۳۹۳ھ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۶۸ خلیق نظامی)

معاملہ ہے؟ غیب سے ندا آئی، یہ وقت تمہارے بیٹے کی ولادت کا ہے، اور یہ تمام جلوہ سامانی اسی فرزند کی وجہ سے ہے، اس کے بعد آثار ولادت شروع ہوئے، اور صبح صادق کے وقت قطب الدین پیدا ہوئے، میں نے دیکھا کہ قطب الدین نے سجدہ کے لئے اپنا سر زمین میں رکھ دیا ہے، اور سبحان ربی الاعلیٰ کہہ رہے ہیں، جب انہوں نے بولنا شروع کیا، تو اسی نو عمری ہی میں یہ حال تھا، کہ جو کچھ کہتے فوراً وقوع پذیر ہو جاتا، حضرت قطب صاحبؒ کی عمر ڈھائی (یا ڈیڑھ) برس کی ہوئی تو آپ کے والد محترم حضرت خواجہ سید کمال الدینؒ کا وصال ہو گیا اور والدہ محترمہ نے خاص توجہ کے ساتھ آپ کی تربیت شروع کی، آپ کی عمر کا پانچواں سال شروع ہوا تو حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتیؒ "اوش" میں تشریف لائے، حضرت قطب صاحبؒ کی والدہ محترمہ نے اس موقعہ کو غنیمت جان کر بیٹے کو آپ کی خدمت میں بھیجا، تاکہ اس مقدس بزرگ کے سامنے وہ پہلی بار زانوئے تلمذ تہہ کریں، حضرت خواجہ اجمیریؒ نے ہاتھ میں تختی اور قلم لے کر ابھی کچھ لکھنا ہی چاہا تھا، کہ خواجہ حمید الدین ناگوریؒ تشریف لائے، اور آپ نے اپنے دل کے تقاضے پر وہ تختی اور قلم خواجہ ناگوریؒ کی طرف بڑھا دیا، خواجہ ناگوریؒ نے ازراہ مزاح حضرت قطب صاحبؒ سے دریافت کیا، تختی پر کیا لکھوں؟ حضرت قطب صاحبؒ نے فرمایا، قرآن مجید کے پندرہویں پارے سے شروع کیجئے، خواجہ ناگوریؒ کو تعجب ہوا، اور آپ نے دریافت فرمایا، اور پندرہ (۱۵) پارے تم نے کہاں پڑھے، حضرت قطب صاحبؒ نے جواب دیا، میری والدہ پندرہ پارہ کی حافظہ ہیں، وہ پڑھا کرتی تھیں اور میں یاد کرتا رہتا تھا، خواجہ ناگوریؒ نے آپ کو سینہ سے لگایا، اور پندرہویں پارے سے تختی لکھ دی، خواجہ ناگوریؒ سے حفظ قرآن مکمل کر کے اپنے وقت کے مشہور عالم و صوفی حضرت مولانا ابو حفصؒ سے حضرت قطبؒ نے علوم کی تکمیل کی، ۱۷/ سال کی عمر میں حضرت قطب صاحبؒ

نے خواجہ اجمیریؒ سے بغداد کی ایک مسجد میں بیعت طریقت کی، جہاں حضرت شیخ برہان الدین چشتیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ جیسے باعظمت اولیاء اللہ موجود تھے۔

بغداد ہی میں حضرت قطب صاحبؒ نے ریاضت اور مجاہدے کی منزلیں طے کیں، یہاں تک کہ حضرت خواجہ اجمیریؒ نے آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا اور عوام کی رشد وہدایت پر مامور فرمایا۔

حضرت قطب صاحبؒ سے عوام کو اتنی محبت تھی کہ حضرت قطب صاحبؒ جب کسی جگہ تشریف لے جاتے تو بہت سے آدمی آپ کے ہمرکاب ہوتے، حضرت قطب صاحب حجرے سے مسجد تشریف لے جاتے تو بہت سے امراء، علماء، صوفیاء، اور دوسرے عوام وخواص اس راستے میں اپنے دوشالے اور پگڑیاں بچھادیتے، تاکہ آپ کے مبارک پاؤں زمین پر نہ پڑنے پائیں، اور اسی ارادت وعقیدت کی وجہ سے ان کو بھی روحانی برکت وسعادت حاصل ہو، سلطان شمس الدین التمشؒ کو حضرت قطب صاحبؒ سے بے پناہ عقیدت تھی، سلطان روزانہ حضرت قطب صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تھا، اپنے اہم معاملات میں آپ سے طالب دعا ہوتا تھا، آپ اس کے لئے دعا فرماتے تھے، اور ان امور میں اسے کامیابی ہوتی تھی۔

حضرت قطب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کو پانی کی بہت تکلیف ہوتی تھی، اس لئے سلطان شمس الدین التمش نے زائرین وحاضرین کی آسانی کے لئے ایک حوض تعمیر کرانے کا ارادہ کیا، تو سلطان نے خواب میں دیکھا کہ حضور فخر کائنات سرور عالم ﷺ ایک مقام پر تشریف رکھتے ہیں، اور ارشاد فرمارہے ہیں کہ، شمس الدین! اگر تم حوض بنانا چاہتے ہو تاکہ خلق خدا کو فائدہ پہونچے تو جہاں میں کھڑا ہوں اس جگہ حوض بناؤ، بیدار ہونے کے بعد سلطان کو وہ جگہ یاد رہی، اور اسی جگہ اس نے ایک بہت بڑا حوض تعمیر کرایا، جسے تاریخ نے "حوض شمس" کے نام سے یاد رکھا ہے، ایک طویل مدت تک تبلیغ کا کام انجام دینے اور لوگوں کی

ہدایت اور رہنمائی کے بعد حضرت قطب صاحب ۱۴(یا ۲۴)/ربیع الاول (۶۳۳ھ) ۶۳۴ھ (مطابق ۳یا۱۳ / دسمبر ۱۲۳۵ء یا ۱۲۳۶ء دوشنبہ) کو جوار رحمت میں تشریف لے گئے[39]۔

وصال کا واقعہ مؤرخین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت قطب صاحب خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے، کہ قوال نے یہ شعر پڑھا:

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جان دیگر است

قطب صاحب پر حال کی کیفیت طاری ہوئی، خواجہ حمید الدین ناگوریؒ اور شیخ بدرالدین غزنویؒ اس حال کو دیکھ کر آپ کو حجرہ میں لے گئے، تین شبانہ روز یہی حال رہا، بالآخر چوتھے روز وصال فرمایا، جس جگہ آپ کا مزار مبارک ہے وصال سے چند روز پہلے آپ نے اپنے دفن ہونے کے لئے اس جگہ کو آپ نے خود ہی پسند فرمایا تھا، وصال کی اطلاع ہوئی، تو سلطان شمس الدین التمش نے حاضر ہو کر آپ کو غسل دیا، کفن پہنایا اور جنازے کی نماز پڑھائی[40]۔

حضرت قطب صاحبؒ کے خلیفۂ ارشد حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے قبر شریف تیار کی، سبع شمائل میں حضرت سیدنا قاضی حمید الدین ناگوریؒ نقل کرتے ہیں، کہ انہوں نے فرمایا کہ میں بعد دفن کرنے قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر موجود تھا، میں نے بطور کشف کے دیکھا کہ منکر نکیر آئے اور خواجہ قطبؒ کے سامنے بہت ادب سے بیٹھ گئے، اسی اثناء میں دو فرشتے اور پہونچے، حق تعالیٰ کا سلام حضرت قطبؒ کو پہونچایا، اور ایک کاغذ

---

[39]- آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے، حضرت منورویؒ نے جو تاریخ وفات لکھی ہے اکثر مؤرخین کے نزدیک وہی راجح ہے، جیسا کہ مفتی غلام سرور نے سفینۃ الاولیا، اخبارالاولیاء، اور معراج الولایت وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں، البتہ مخبر الواصلین میں سن وصال ۶۳۳ھ لکھا ہے، مگر پہلا قول راجح ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۷۶ تا ۱۹۰ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری)

[40]- اخبارالاخیار ص ۶۷ تا ۶۹ مؤلفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ☆ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۷۶ تا ۱۹۰ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۷۱ تا ۱۷۶ شیخ زکریا کاندھلویؒ

سبز روشنائی کا لکھاہوا نکالا اور حضرت خواجہؒ کے ہاتھ میں دیا، اس میں لکھا تھا کہ اے قطب الدین! میں تم سے خوش ہوں اور میں نے تمہاری برکت سے سرکار دوعالم ﷺ کی امت کے سب گنہ گاروں کی قبروں سے عذاب اٹھالیا، اس لئے کہ جب زندوں نے تم سے بہت نفع اٹھایا ہے تو مردے بھی تم سے نفع حاصل کریں، اور تمہاری قدر جانیں، دو فرشتے اور بھی پہونچے، خواجہ کو حق کا سلام پہونچایا، اور منکر نکیر سے کہا، حق تعالیٰ نے فرمایا ہے، ہمارے قطب سے سوال مت کرو، میں نے اپنے قطب سے خود سوال کرلیا ہے، اور وہ سوال کا جواب ہم کو دے چکے ہیں، تم لوگ واپس جاؤ۔

۱۹۴۷ء کے ہنگاموں میں درگاہ شریف کے کچھ حصے کو نقصان پہونچا تھا، ہندوستان کی جمہوری حکومت نے اس نقصان کو شدت سے محسوس کیا، اور پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) روپے صرف کرکے درگاہ شریف کے شکستہ حصوں کو از سر نو تعمیر کرایا، حضرت قطب صاحب کی درگاہ شریف کے مصارف کے لئے مختلف سلاطین نے جائیدادیں وقف کی تھیں، جن کا انتظام برطانوی حکومت نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا، اور خدام درگاہ کو مصارف کے لئے اٹھارہ سو (۱۸۰۰) روپے سالانہ دیئے جاتے تھے، ۱۹۴۷ء کے بعد آج تک یہ انتظام بدستور قائم ہے، اور ہندستان کی جمہوری حکومت درگاہ شریف کے لئے اٹھارہ سو (۱۸۰۰) روپے سالانہ دے رہی ہے، جس سے درگاہ شریف کے مصارف پورے ہوتے ہیں۔

(۱۸)

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ

آپ کا اسم گرامی مسعود لقب فرید الدین ہے، دنیا آپ کو گنج شکر یا شکر گنج کے نام سے یاد کرتی ہے، آپ کی ولادت باسعادت ۲۹/ شعبان ۵۹۴ھ (۱۲/ جولائی ۱۱۹۸ء) کو ضلع

ملتان کے ایک معمولی قصبہ میں ہوئی، اور تمام ہفتہ روزہ رکھا، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت فاروق اعظمؓ سے ملتاہے، آپ کے والد بزرگوار حضرت جمال الدین سلیمانؒ جو شہاب الدین غوری کے عہد میں افغانستان سے ہندوستان تشریف لائے تھے، اول لاہور میں اقامت گزیں ہوئے، اور قلیل مدت کے بعد قصوراور ملتان ہوتے ہوئے قصبہ کہن والی (کھوتوال) میں آباد ہوگئے۔

حضرت بابافرید الدین گنج شکرؒ کی ولادت باسعادت اسی مقام پرہوئی، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے مقام پیدائش پر ہی حاصل کی، اس کے بعد آپ حصول تعلیم کے لئے ملتان تشریف لے گئے، یہاں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا، اسی زمانہ میں حضرت بختیار کاکیؒ ملتان تشریف لائے، ایک روزآپ نے اس مسجد میں نمازادا کی جہاں شیخ فریدالدین اقامت گزیں تھے، شیخ نے جب حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کو دیکھاتو پہلی نظر ہی میں ان کے دلدادہ ہوگئے، اور حلقۂ بیعت میں داخل ہوگئے، اس وقت شیخ کی عمر اٹھارہ (۱۸) برس کی تھی، حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ تو دلی تشریف لے گئے، اوراپنے مرید سے تاکید فرما گئے کہ وہ تعلیم میں ترقی کی کوشش کریں، چنانچہ فوراً ہی بعد شیخ فریدالدین ملتان سے نکل کر غزنی، بغداد اور بدخشاں ایسے شہروں کی طرف روانہ ہوگئے، جو اس زمانے میں اسلامی علوم وطریقت کے مشہور ومعروف مراکز تھے ،اس طویل سیاحت کے زمانے میں حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کو بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ سے ملاقات اوراستفادہ کا موقع ملا، ان میں سب سے بزرگ شخصیت حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی ہے، شیخ فریدالدینؒ کو ان سے بڑی محبت ہوگئی تھی ،سیاحت کے دوران آپ کو بیت المقدس کی زیارت واقامت کا شرف بھی حاصل ہوا، طویل سیاحت کے بعد آپ واپس وطن تشریف لائے، اور دہلی میں اپنے مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اورآپ کی تربیت میں مجاہدہ شروع کیا، اسی زمانہ میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ آپ سے ملنے کے لئے آپ کے حجرہ میں تشریف لائے، باباصاحب دیکھتے ہی

عجلت کے ساتھ تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے، مگر ضعف اس قدر غالب تھا کہ پھر دھم سے زمین پر گر پڑے اور اپنی بے اختیاری و مجبوری پر روپڑے، خواجہ صاحب تو غریب نواز مشہور ہی تھے، آنسو دیکھتے ہی دریائے رحمت جوش میں آگیا اور خود قطب صاحب سے فرمانے لگے، بختیار! خود شہباز جال میں پھنسا ہے، اب کب تک اس نوجوان کو مجاہدہ کی آگ میں جلاتے رہو گے، اس پر کچھ عنایت کرو، یہ فرما کر خواجہ غریب نوازؒ نے خود ہاتھ پکڑ کر قبلہ رو کھڑا کیا، اور اپنے اور خواجہ قطبؒ کے درمیان لے لیا، اسم اعظم کی تعلیم کی اور وہ کچھ عطا کیا جس تک طائر تصوف ہزار سال اڑ کر بھی نہیں پہونچ سکتا، غرض مالا مال کر دیا، دیر تک آپ کے حق میں دعا کرتے رہے، پھر فرمایا کہ ان شاء اللہ اس مجسمۂ عرفان و فدائیت سے ہمارے سلسلۂ چشتیہ کو ہندوستان میں بڑا عروج ہو گا۔

بابا صاحب مسند خلافت پر

چند ہی روز کے بعد خواجہ قطب صاحب نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور سند خلافت لکھ کر حوالہ کیا، اب یہ ذات گرامی جو عرصہ سے مجاہدات و ریاضات و عبادات میں مصروف تھی، خواجہ قطب سے ضیائے کامل حاصل کر کے خود آفتاب بن چکی تھی، وقت آگیا تھا کہ یہ آفتاب افق ہند پر طلوع ہو، اللہ تعالیٰ کے یہاں سے بھی آپ کو قبولیت عامہ کا منصب عطا ہو چکا تھا، اور واپسی کے عظیم و جلیل شرف سے بھی آپ مشرف ہونے ہی والے تھے، اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرنے لگتا ہے، دنیا اس سے محبت کرنے لگتی ہے، واپسی کی سعادت کے بعد تو مخلوق سمندر کی امواج کی طرح اس کی طرف امنڈ امنڈ کر آتی ہے، دہلی کے قیام ہی میں آپ کا شہرہ پھیل گیا، اور لوگ جوق در جوق آپ کے پاس آنے اور فیض حاصل کرنے لگے، ہجوم کی کثرت آپ کے اذکار و اشغال میں خلل کا باعث ہونے لگی، اس لئے آپ اجازت لے کر وہاں سے چلے گئے، وہاں حضرت جمال الدین ہانسویؒ ایک مدت سے مجاہدہ و ریاضت کر رہے تھے،

تصفیۂ باطن ہو چکا تھا، آپ نے انہیں اپنے حلقۂ راست میں لے کر ایک ہی نظر میں کامل کر دیا، اور تمام حجابات اٹھ گئے، مخلوق کا اژدہام بہت بڑھا تو آپ تنگ آ کر شیخ جمال الدین کو خلافت عطا کر کے پھر اپنے وطن کو ٹھوال تشریف لے گئے، اور پھر وہاں سے ضلع ملتان کے ایک مقام اجودھن میں آ کر مقیم ہو گئے۔

اجودھن اس زمانے میں جنگلوں سے گھرا ہوا تھا، آپ نے سمجھا یہ تھا کہ یہاں سکون واطمینان میں رہ کر زندگی بسر کروں گا اور عبادات وریاضات میں کوئی فرق نہ آئے گا، لیکن یہاں بھی ہجوم ہو گیا، اور آپ نے ارادہ کر لیا کہ اس قصبہ کو بھی خیر باد کہہ دیا جائے، لیکن مراقبہ کی حالت میں آپ کو اپنے مرشد گرامی کی طرف سے حکم ہوا کہ تمہیں خاص طور سے اس قصبہ میں بھیجا گیا ہے، اب یہاں سے قدم نہ نکالو۔

آپ نے راہ سلوک میں بڑی بڑی ریاضتیں کیں، بیس (۲۰) برس تک عالم تفکر میں کھڑے رہے، اور بیٹھنے کا ہوش نہیں آیا، رمضان المبارک میں ہر رات کو تراویح کی نمازمیں دو مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے، اور بعض راتوں کو دس دس پارے مزید پڑھ جاتے تھے، اللہ تعالیٰ کے خوف کا یہ عالم تھا، کہ مجلس میں بات بات پر آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب بہتا تھا، آپ کو رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات سے نہایت محبت تھی، آپ کا ذکر خیر ہوتا تو زار وقطار رونے لگتے تھے، ایک شب سماع کی حلت وحرمت کے متعلق گفتگو شروع ہوئی اور علماء ظاہر کے اختلاف کا ذکر آ گیا، آپ نے فرمایا، سبحان اللہ، یکے سوخت وخاکستر شد دیگر ہنوز در اختلاف است"۔

ازواج واولاد

اتباع سنت میں آپ نے تین (۳) شادیاں کی تھی، ایک بیوی سلطان غیاث الدین

بلبن کی صاحبزادی تھی ،ان کے بطن سے پانچ(۵) صاحبزادے اور تین(۳) صاحبزادیاں ہوئیں:

صاحبزادے :خواجہ شہاب الدین ،خواجہ بدرالدین ،خواجہ نظام الدین ،خواجہ یعقوب،اور خواجہ عبداللہ۔

صاحبزادیاں:بی بی فاطمہ،بی بی شریفہ،اوربی بی مستورہ۔

وصال پر ملال

حضرت کاانتقال ۶۶۴ھ میں ۵ / محرم(۲۳ / اکتوبر ۱۲۶۵ء)کوعشاکی نماز کے بعد حالت سجدہ میں ہوا[41]، سجدہ میں سر رکھااور یاحی یاقیوم کہتے ہوئے جاں بحق ہوئے،خانقاہ میں مدفون ہوئے،جہاں آج تک انوار برستے ہیں ، عظیم الشان روضہ بناہواہے،جلال الدین اکبر بادشاہ نے جسے آپ کے مزار مبارک سے بڑی عقیدت تھی،اس مقام کانام پاک پٹن رکھاجو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔

41- صاحب خزینۃ الاصفیاء نے سیر الاقطاب کے حوالے سے ۶۹۰ھ مطابق ۱۲۹۱ء نقل کیاہے، اور اسی کو معتبر قرار دیا ہے،پاک پٹن ضلع ملتان میں آپ کامزار مبارک ہے جولاہوراور ملتان کے درمیان واقع ہے، آپ کے خلفاء کی تعداد حد شمار سے باہر ہے، بعض لوگوں نے ستر ہزار (۷۰۰۰۰)تک بتایاہے، بعض نے پچاس ہزار (۵۰۰۰۰)اور بعض حضرات نے خلفاء کی تعداد پانچ سو چوراسی (۵۸۴) لکھی ہے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت علی احمد صابر کلیریؒ آپ ہی خلفاء میں ہیں، خزینۃ الاصفیاء میں آپ کے تینتیس (۳۳)خلفاء کی فہرست دی گئی ہے،(خزینۃ الاصفیاء ص ۱۰۸ تا ۱۳۸ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۷۶ تا ۱۸۰ مؤلفہ حضرت شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ،ناشر: کتب خانہ اشاعت العلوم،سہارن پور، ۱۳۹۲ھ)

(۱۹)

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ

شیخ کے آباء واجداد بخارا سے ترک وطن کر کے ہندوستان آئے تھے، اور لاہور میں مقیم ہوئے، پھر وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی، بدایوں اس وقت "قبۃ الاسلام" کہلاتا تھا، اس پاک زمین میں (۲۷/ صفر المظفر ۶۳۶ھ یا ۶۳۴ھ مطابق ۱۵/ اکتوبر ۱۲۳۸ء یا ۱۲۳۶ء کو) شیخ کی ولادت ہوئی، آپ کے والد ماجد علیل ہوئے، ایک رات آپ کی والدہ ماجدہ (بی بی زلیخاؒ) نے خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ کہہ رہے ہیں، کہ دو میں سے صرف ایک کو اختیار کر سکتی ہو یا خواجہ احمدؒ کو یا بیٹے کو، اس پاک دامن بیوی نے بیوگی کو قبول کیا اور شیخ کی زندگی کو خواجہ احمد کی موت پر ترجیح دی، انہوں نے چندروز کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا، اور بدایون کی سرزمین میں دفن کئے گئے، سلطان المشائخ جب بڑے ہوئے تو ان کی والدہ نے انہیں مکتب میں بھیجا، مکتب میں آپ نے قرآن شریف حفظ کرلیا، اور دیگر علوم منقولات کی تحصیل بھی کی، اور تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں علم فقہ کی تشنگی سے سیراب ہونے کے لئے دہلی تشریف لائے، اور شیخ مجیب الدین متوکل کے ہمسائے میں قیام کیا، دہلی میں رہ کر تین چار سال کی مدت میں وہ تبحر علمی حاصل کیا، کہ علمائے وقت سے مذاکرے رہنے لگے۔

حضرت شیخ المشائخؒ کو حضرت باباصاحبؒ کی زیارت کی تمنا مدت سے تھی، ایک دن رخت سفر باندھا اور اجودھن جا پہونچے، بدھ کا دن تھا، (۱۵/ رجب المرجب) ۶۵۵ھ (مطابق ۴/ اگست ۱۲۵۷ء) میں قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا، پہلی بات جو انہوں نے شیخ کی زبان سے سنی یہ تھی:

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ

سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

شیخ کے دست حق پرست پر بیعت کی، اس وقت شیخ کی عمر بیس (۲۰) سال کی تھی ، اور دہلی کی خلافت پائی، دہلی آکر اپنے اقلیم صدق وصفا پر حکمرانی شروع کردی، بادشاہ عوام پر حکومت کرتا اور آپ عوام کے دلوں پر قابض تھے، لوگ جوق در جوق آتے تھے، اور شیخ سے فیض حاصل کرتے تھے، سارے عالم میں حضرت شیخ کی عظمت وکرامت کا ڈنکا بج رہا تھا، فقراء ومساکین، امراء ورؤساء، علماء وصوفیاء سب کے سب شیخ کے گرد جمع رہتے تھے، اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق مستفیض ہوتے تھے۔

آزمائشیں

☆سلطان علاء الدین خلجی کے انتقال کے بعد سلطان قطب الدین یہاں کے شاہی تخت پر بیٹھا، تو ظفر خان کو قتل کردیا، یہ وہی ظفر خان ہے جو محبوب الٰہی کا مرید اور معتقد تھا، مبارک شاہ کو حضرت شیخ سے عداوت ہوگئی تھی، اور وہ آپ کو ایذا پہونچانا چاہتا تھا، لیکن اس کے تمام اراکین سلطنت اور سرداران لشکر حضرت کے معتقد تھے، اس کو تکلیف پہونچانے کا موقع نہیں ملتا تھا، ایک دن سلطان نے قاضی محمد غزنوی سے جو اس کا محرم راز تھا دریافت کیا کہ اس قدر خرچہ جو خانقاہ میں ہوتا ہے کہاں سے آتا ہے، قاضی نے جواب دیا، اکثر امراء اور ملازمان سلطانی نذرانہ پیش کیا کرتے ہیں، اس زمانہ میں تقریباً تین ہزار (۳۰۰۰) روپیہ روزانہ مطبخ اور خیرات مساکین وغیرہ کے سلسلے میں صرف ہوتا تھا، بادشاہ نے ایک عام حکم جاری کیا، شہزادوں، ملازموں، سرداروں اور متعلقات سلطانی میں سے جو کوئی شیخ کے یہاں حاضری دے گا، اور نذرانہ پیش کرے گا اس کی جائیداد وغیرہ ضبط کرلی جائے گی، اس قسم کے تاکیدی احکامات ساری عملداری میں جاری کئے گئے، جب یہ حکم شیخ کے گوش مبارک تک پہونچا تو اپنے خادم خواجہ اقبال کو کہا کہ آج سے دوچند خرچ کیا کرو، اور جب حاجت ہو طاق میں بسم اللہ کہہ کر

ہاتھ ڈالا کرو، جس قدر ضرورت ہو گی ملا کرے گا، جب یہ خبر سلطان تک پہونچی متحیر ہوا اور نادم ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔

"ہنوز دلی دوراست"

☆اسی طرح سلطان غیاث الدین تغلق کو بھی حضرت محبوب الٰہی سے خصومت ہوگئی تھی، جب وہ سفر بنگالہ سے واپس ہو رہا تھا تو اس نے ایک حکیم کو حضرت محبوب الٰہیؒ کے پاس بھیجا کہ اس وقت تک کہ میں دہلی پہونچوں آپ غیاث پور سے چلے جایئے، شیخ کی طبیعت اس وقت علیل تھی، آپ نے پیغام سن کر فرمایا، "ہنوز دلی دوراست" سلطان دہلی کے قریب جب پہونچا تو حضرت کے مریدان وجاں نثاران سلطان کے قہر کے خیال سے بابار عرض کرتے تھے کہ آپ چند روز کے لئے مصلحتاً کسی دوسرے مقام پر تشریف لے چلیں، مگر آپ یہی فرماتے کہ "ہنوز دلی دوراست"، یہاں تک کہ سلطان آپہونچا، اور دہلی سے چار پانچ میل کے فاصلے پر موضع افغان پور میں خیمہ زن ہوا، جب تغلق آباد کے قلعہ کے قریب پہونچا اور محل میں ٹھہرا جو اس کے بیٹے الغ خان نے بنوایا تھا، اور خوب آراستہ و پیراستہ کیا تھا، دفعتاً گر پڑا اور بادشاہ دب کر مر گیا، اب تک یہ مثل زبان زد خاص و عام ہے کہ "ہنوز دلی دوراست"

قال ابتر حال ابتر سب مرے ابتر ہیں کام
لطف سے اپنے مرے کر ملک دیں کا انتظام
شہ نظام الدین بلخیؒ مقتدا کے واسطے[42]

---

[42]۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے تاعمر شادی نہیں کی، اور مجرد رہے، اکانوے (۹۱) سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی، موت سے چالیس (۴۰) دن قبل آپ نے کھانا ترک کر دیا تھا، اور آخری ایام میں ہر نماز دوبار پڑھتے تھے، آٹھ (۸) روز تک آپ کا پیشاب بند رہا، آپ نے لنگر سمیت اپنی تمام ذاتی چیزیں لوگوں میں تقسیم کر دیں، بروز جمعرات ۱۸/ ربیع الاول ۲۵ےھ مطابق ۱۱/ مارچ ۱۳۲۵ء کو وصال پر ملال ہوا، اخبار الاخیار میں تاریخ وفات بعد طلوع آفتاب بروز چہار شنبہ

(۲۰)

حضرت سید نا مخدوم علاء الدین صابر عاشق الٰہیؒ

انوار القدس میں اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت صابر شکم مادر میں تھے، تو عجیب حالات رونما ہوتے تھے، کبھی اس نور میں تجلیاں ظاہر ہوتی تھیں، والدہ صاحبہ جس حجرہ میں رہتی تھیں، وہاں نور کے بادل چھائے رہتے تھے، حجرہ اکثر خوشبوؤں سے معطر رہتا تھا۔

۱۷/ شعبان ۵۱۲ھ (مطابق ۹/ دسمبر ۱۱۱۸ء) کو عبد الوہاب پیدا ہوئے، گیارہ (۱۱) سال کی عمر میں انہوں نے دین کے علوم و معارف کی تکمیل کی، ۲۲/ رجب ۵۳۱ھ (مطابق ۲۱/ اپریل ۱۱۳۷ء) کو بروز دوشنبہ ایک مجلس عام میں انہیں بیعت کیا اور کچھ عرصہ کے بعد انہیں خرقہ پہنایا، سیف الاسلام صاحبزادہ عبد الوہاب جیلانی اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ والد ماجد کی زبان فیض ترجمان سے یہ سن چکا تھا کہ میرے لڑکے عبد الرحیم عبد السلام کے گھر میں ایک آفتاب معرفت پیدا ہو گا، اس لئے ان کی تربیت میں خاص جد وجہد کی، عبد الرحیم میں کچھ آثار مجذوبیت پائے جاتے تھے، حضرت والد ماجد بھی ان کی طرف زیادہ توجہ فرماتے تھے، حضرت سیف الدین عبد الوہاب اپنے ایک ملفوظ میں لکھتے ہیں کہ جب عبد الرحیم عبد السلام کی عمر اٹھارہ

۱۷/ ربیع الاول ۲۵ھ درج ہے، ممکن ہے کہ ۱۷ کو وفات ہوئی ہو اور رات دیر گئے تدفین عمل میں آئی ہو، بعض لوگوں (مثلاً مخبر الواصلین) نے آپ کی عمر چورانوے (۹۴) سال لکھی ہے، تاریخ نظامی میں تاریخ وفات ۱۸/ ربیع الثانی ۲۵ھ مطابق ۱۰/ اپریل ۱۳۲۵ء تحریر کی گئی ہے، سلطان غیاث الدین تغلق آپ سے ایک ماہ اور اٹھارہ دن قبل فوت ہوا تھا(خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۷۵ تا ۱۹۳، مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ اخبار الاخیار ص ۱۲۹ تا ۱۴۱ مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ☆ نفحات الانس للجامیؒ ص ۵۱، ۵۲ ☆ تاریخ نظامی ص ۷ تا ۳۷ مؤلفہ پیر ضامن نظامی سید بخاری سابق سجادہ نشین درگاہ حضرت نظام اولیاء، ناشر: پیرزادہ خواجہ احمد نظامی، منیجت کتب خانہ نظامی دہلی)

(۱۸)سال کی ہوگئی تو ۱۷/ذی الحجہ ۵۵۸ھ (مطابق ۲۲/نومبر ۱۱۶۳ء) کو حضرت والدماجد غوث الثقلین نے بعد نماز مغرب عبدالرحیم کو اپنے سامنے بیٹھایا، توجہ دی اور بیعت سے مشرف فرمایا، میں نے اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا، اسی وقت سے وہ کیفیت باطن کی طرف متوجہ ہوگئے، یکم محرم ۵۵۹ھ (مطابق ۶/دسمبر ۱۱۶۳ء) کو مجھ سے کہا کہ میں سیر وسیاحت کے لئے ہرات کی طرف جانا چاہتا ہوں، میں نے اجازت دی، علیم اللہ ابدال کو ان کے ساتھ کر دیا ایک سال کے بعد علیم اللہ ابدال کے خط سے معلوم ہوا، عبدالرحیم ہرات میں خیریت سے ہیں، اور شیخ محمد بن اسحاق جو سلسلۂ قادریہ کے داعی ہیں، ان کے مکان پر رہتے ہیں، اب طبیعت پر جذب کا غلبہ نہیں ہے، تحصیل علوم ظاہری میں جدوجہد کر رہے ہیں، اسی زمانہ میں حضرت شیخ الاسلام بابا فریدؒ نے خواب میں حضور سرکار دوعالم ﷺ کی زیارت کی، حضور ﷺ نے فرمایا، عبدالرحیم جو مرد صالح پوتا ہے عبدالقادر جیلانی کا شہر ہرات میں موجود ہے، اس کا نکاح اپنی بہن کے ساتھ کر دو، حضرت باباصاحب نے ان سے ملاقات کی، اپنے ساتھ کوتوال ضلع ملتان میں لے گئے، بتاریخ ۱۷/جمادی الاولیٰ ۵۷۱ھ (مطابق ۹/دسمبر ۱۱۷۵ء) بروز پنجشنبہ بعد نماز عشا اپنی بہن ہاجرہ جمیلہ خاتون کے ساتھ عبدالرحیم عبدالسلام جیلانی کا نکاح کر دیا، حضرت عبدالرحیم جیلانی اٹھارہ (۱۸) ماہ تک باباصاحب کے پاس رہے، پھر ہرات آگئے، اور خدمت دین میں مشغول ہوگئے، حضرت عبدالرحیم عبدالسلام جیلانیؒ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں، کہ بتاریخ ۱۱/ربیع الآخر ۵۹۱ھ (مطابق ۳۱/مارچ ۱۱۹۵ء) صابر بطن مادر میں جلوہ افروز ہوئے، بعد نماز تہجد رجال الغیب میرے پاس آئے، اور مبارکباد دی، وقت مقررہ کے بعد علی احمد صابر عالم ظہور میں آئے، ۱۹/ربیع الاول ۵۹۲ھ (۲۷/فروری ۱۱۹۶ء) کو پیدا ہوئے، مسماۃ بصری بنت ہاشم دایہ نے بغیر وضو کے غسل دینا چاہا، اس کے جسم سے آگ سی لگ اٹھی، اس نے مادر مخدوم سے کہا، محترمہ نے فرمایا، تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بچہ حضرت غوث پاکؒ کی اولاد میں سے

ہے، جلد وضو کر اس کے بعد غسل کا انتظام کر، دایہ نے حکم کی تعمیل کی ، اوراس کی حالت بہتر ہو گئی، غسل کے بعد حضرت صابرؒ کو سرکار غوث الثقلین کا کرتہ پہنایا گیا، حضرت مخدوم کا چہرہ مثل یاقوت کے تھا، ایک عجیب خوشبو سارے مکان میں محیط ہو گئی، رفتہ رفتہ خوشبو سارے شہر میں پھیل گئی، اور لوگوں کے دماغ معطر ہو گئے، نماز ظہر کے بعد رجال غیب اور اغواث واقطاب کی پاک ارواح جلوہ افروز ہوئیں اور حضرت صابرؒ کی مبارک پیشانی کو بوسہ دیا، جب حضرت مخدوم صابر کی عمر پانچ سال کی تھی، کہ بتاریخ ۱۷/ ربیع الاول ۵۹۷ھ (مطابق یکم جنوری ۱۲۰۱ء)بروز دوشنبہ بعد نماز ظہر حضرت کے والد ماجد عبد الرحیم جیلانیؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت مخدومؒ، باباصاحبؒ کی خدمت میں

حضرت والد صاحب کے وصال کے بعد حضرت مخدوم صابر زیادہ تر خاموش رہتے تھے، اگر کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو والدہ سے طلب کر لیتے تھے، جب عمر شریف حضرت صابرؒ کی سات (۷) سال کی ہو گئی، تو والدہ صاحبہ آپ کو بابا فریدؒ کی خدمت میں پاک پٹن لے گئیں، اور باباصاحب سے کہا، میں اس لڑکے کو آپ کی غلامی کے واسطے لائی ہوں ، اسے قبول کیجئے، حضرت باباصاحب نے حضرت صابر صاحبؒ کو اپنے سینے سے لگایا، اور بہن سے کہا، میں تمہارا احسان مند ہوں کہ تم نے ایک جوہر کامل اور ایک بدر منیر مجھے دیا ہے۔

حضرت باباصاحبؒ ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں : کہ صابر اکثر روزے سے رہتے، چوتھے پانچویں روز روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے، اکثر حالت وجد طاری رہتی، میں نے علوم دین کی تکمیل کرائی، تین (۳) سال میں انہوں نے اتنا کچھ حاصل کیا، جو دوسرا آدمی دس سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا، بتاریخ ۵ / شوال ۶۰۱ھ (مطابق ۲۹ / مئی ۱۲۰۵ء)میں نے مخدوم صابر کو اپنے ہاتھ پر بیعت کیا، اور حکم دیا کہ تم مساکین اور فقراء کو لنگر تقسیم کیا کرو، اس کے بعد میری بہن ہرات چلی گئیں، علی احمد صابر بعد نماز اشراق کے لنگر تقسیم کرتے ، حجرے سے

باہر آتے اور اس کام سے فارغ ہو کر پھر حجرے میں چلے جاتے، میں نے ان کو شغل نوری تعلیم کیا تھا، جو یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم اجعل لی نوراًفی قلبی ونوراًفی سمعی ونوراًفی بصری "

حضرت صابر نے جب سے لنگر تقسیم کرنا شروع کیا کسی نے ان کو کوئی چیز کھاتے اور پیتے نہیں دیکھا، حضرت باباصاحب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں، کہ میں حکم الہام باطن کے مطابق تبلیغ احکام طریقت کے لئے سفر میں جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ سفر سے واپس آیا، تو معلوم ہوا کہ ۲۷/ محرم ۶۱۰ھ (مطابق ۲۴/ جون ۱۲۱۳ء) کو میرا لڑکا نعیم الدین مخدوم صابر کے حجرہ میں کواڑوں کے روزن سے جھانک رہا تھا، اسی وقت اسے خون کی قے ہوئی، اور فوت ہو گیا، یکم صفر ۶۱۰ھ (مطابق ۲۸/ جون ۱۲۱۳ء) کو میرے چھوٹے لڑکے فرید بخش نے مخدوم صابر کے حجرہ کے قریب پیشاب کر دیا، وہ اسی وقت فوت ہو گیا، ان واقعات کو سن کر میں نے لوگوں سے کہا، علی احمد شمشیر برہنہ ہے جو بے ادبی کرے گا ہلاک ہو گا۔

دربار رسالت ﷺ کا انعام

ایک دوسرے مکتوب میں باباصاحب فرماتے ہیں، کہ ۲/ محرم ۶۱۴ھ (مطابق ۱۷/ اپریل ۱۲۱۷ء) کو میری بہن والدۂ مخدوم کا انتقال ہو گیا، اس واقعہ کے نو (۹) سال تک صابر حجرے سے باہر نہیں آئے، ۱۱/ محرم ۶۲۳ھ (مطابق ۱۸/ جنوری ۱۲۲۶ء) کو میں حسب الحکم الہام باطن مخدوم کے حجرے میں گیا، دیکھا کہ استغراق محویت تامہ کے ساتھ حاصل ہے، میں نے اس کے کان میں سات مرتبہ کلمۂ شہادت پڑھا، مخدوم کی طبیعت مرتبۂ فنا سے مرتبۂ بقا کی طرف متوجہ ہوئی، آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا، آداب بجالائے، میں ان کو اپنے ساتھ حجرے سے باہر لایا، اور محفل میں بیٹھنے کا حکم دیا، میں نے ان کو اپنے سینے سے لگایا، اپنی کلاہ

پہنا دی، اور چادر اڑھا دی، اسی روز سے دن کے وقت میرے پاس رہتے اور رات کو ان پر محویت طاری ہو جاتی تھی۔

۲۴ / رمضان ۶۵۰ھ (مطابق ۴ / دسمبر ۱۲۵۲ء) کو بعد نماز تہجد میرے سرکار مرشد محترم حضرت قطب الاقطاب عالم مثال میں تشریف لائے، اور مجھ سے فرمایا، علی احمد! صابر کو جلد سے جلد لے چلو، میں نے عالم مثال ہی میں مخدوم صابر کو حجرے میں سے اپنے ساتھ لیا اور حضور مرشد کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا، چند لمحوں میں عالم ملکوت سے عالم جبروت کی طرف پہونچ گئے، تاحد نگاہ ایک پر کیف روشنی تھی، ایک مبارک دربار میں پہونچے، ارباب معرفت کا ہجوم تھا، سرکار دو عالم ﷺ ایک تخت پر جلوہ افروز تھے، مرشد محترم نے مجھے اور مخدوم علی احمد صابرؒ کو ایک مقام پر کھڑا کر دیا، میں حسب ارشاد صابر کو تخت مبارک کے قریب لے گیا، سرکار دو عالم ﷺ نے مخدوم صابر کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، ھذا ولی اللہ، اس کے بعد ہم اپنی خانقاہ میں موجود تھے، دوسرے دن میں نے عمامہ سبز اپنے ہاتھ سے مخدوم صابر کے سر پر باندھا، اور خدمت کلیر کی سند ان کو دی، شہد خالص پر فاتحہ دی گئی، اور یہ شہد حاضرین کو تقسیم کیا گیا، قوالوں نے نعتیہ کلام پڑھا، مخدوم پر غلبہ کیفیت حال کا ہونے لگا، مصلحتاً قوالی بند کر دی گئی۔

۱۵ / ذی الحجہ ۶۵۰ھ (مطابق ۲۲ / فروری ۱۲۵۳ء) کو مخدوم کلیر کی طرف روانہ ہوئے، علیم اللہ ابدال کو ان کے ساتھ بھیجا گیا، سولہ (۱۶) روز کے بعد کلیر میں داخل ہوئے، کلیر اس زمانے میں گناہوں کا عظیم تر مرکز تھا، رئیس شہر اور قاضی دونوں اول درجے کے فاسق و فاجر و بدکار تھے، جس دن حضور صابرؒ کلیر میں داخل ہوئے، اسی دن آپ عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد تشریف لائے، حضرت ممدوح نے بآواز بلند لوگوں سے کہا، اللہ تبارک تعالیٰ سے لوگو! وفاداری کا اقرار کرو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو، اس وقت مسجد میں تقریباً دو ہزار

(۲۰۰۰) آدمی موجود تھے، شیخ بہاء الدین اور جمال محمد حضرت کو دیکھتے ہی بہ دل وجان معتقد ہوگئے، شیخ بہاء الدین نے اعلان کیا، کہ یہ کلیر کی خوش قسمتی ہے کہ حضرت مخدوم یہاں تشریف لائے، یہ اللہ کے ولی ہیں، آفتاب ہدایت ہیں، آپ پر فرض ہے کہ ان کے مبارک ہاتھ پر بیعت توبہ کریں، حاضرین میں سے کسی نے بیعت قبول نہیں کی، اور قاضی شہر اور رئیس کی شان میں قصیدہ خوانی کرنے لگے، حضرت باباصاحب نے ایک خط قیام الدین رئیس کلیر کو اور قاضی شہر کے نام لکھا کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور سرکشی وگناہ سے توبہ کرو، اگر تم ان حرکات شنیعہ سے باز نہ آؤگے تو قہر الٰہی نازل ہوگا، رئیس شہر اور قاضی نے اس خط کو چاک کردیا، حضرت مخدومؒ کو یہ بات سن کرنا گوار گذری۔

شان جلال وجبروت

۱۰/ محرم ۶۵۱ھ (مطابق ۱۸/ مارچ ۱۲۵۳ء) بروز جمعہ حضرت مخدومؒ جامع مسجد تشریف لے گئے اور صف اول میں جلوہ افروز ہوئے کچھ دیر بعد رئیس اور قاضی شہر جامع مسجد میں آئے اور حضرت مخدوم کو اور آپ کے خادموں کو نازیبا الفاظ میں حکم دیا، کہ صف اول سے ہٹ جاؤ، حضرت مخدوم مع اپنے ساتھیوں کے مسجد سے باہر آگئے، جب سب لوگ رکوع میں گئے، تو حضرت مخدوم نے زمین مسجد سے ارشاد فرمایا تو بھی رکوع کر، حضرت کے ارشاد فرماتے ہی مسجد نے رکوع کیا، رئیس اور قاضی اور ان کے کل ساتھی ہلاک ہوگئے، زمین نے جنبش کی تمام شہر میں تہلکہ برپا ہوگیا، بعد ازاں آگ کا طوفان برپا ہوا، اور سرکشوں کو جلا دیا، حضرت علیم اللہ ابدال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں، کہ جب آگ کا طوفان پیدا ہوا تو حضرت مخدوم گولر کے درخت کے نیچے کھڑے ہوگئے، اور بائیں ہاتھ سے گولر کی ایک ڈالی پکڑی اور سیدھے ہاتھ کو آسمان کی طرف بلند کیا، استغراق بدرجۂ کمال پیدا ہوگیا، کچھ دیر کے بعد دونوں ہاتھ یکایک

بے اختیار نیچے آ گئے، حضرت نے آنکھیں کھولیں، آگ بارہ کوس تک پھیل گئی، اور شعلے آسمان کی طرف جانے لگے۔

۹/ محرم ۶۵۹ھ (مطابق ۱۷/ دسمبر ۱۲۶۰ء) کو حسب ارشاد باباصاحب خواجہ شمس الدین سرکار مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے، دلکش انداز میں قرآن شریف کی تلاوت کی، حضرت مخدوم نے آنکھیں کھول دیں، استغراق کم ہو گیا، اور ارشاد فرمایا: اللہ کا شمس آسمان پر ہے، فقیر کا شمس زمین پر ہے۔

۲/ محرم ۶۶۴ھ (مطابق ۲۰/ اکتوبر ۱۲۶۵ء) کو حضرت خواجہ شمس الدین پاک پٹن شریف پہونچے، حضرت باباصاحب نے تبرکات عنایت فرمائے، ۵/ محرم ۶۶۴ھ (مطابق ۲۳/ اکتوبر ۱۲۶۵ء) کو باباصاحب کا وصال ہو گیا، چند روز کے بعد خواجہ شمس الدین پھر دربار صابری میں حاضر ہوئے، سرکار مخدوم کبھی کبھی ان کو معرفت کی تعلیم دیتے، ایک روز سرکار نے فرمایا، شمس بابا، تم شہر امیر کو جاؤ وہاں علاء الدین پریشان ہے، اس سے قلعہ فتح نہیں ہو سکتا، تمہاری دعا سے قلعہ فتح ہو جائے گا، لیکن یاد رکھو، وہی دن ہماری رحلت کا ہو گا، خواجہ شمس نے عرض کیا، غلام کو کیوں کر علم ہو گا، فرمایا باد تند چلے گی، روشنی تمام لشکر کی بجھ جائے گی، اس وقت بادشاہ تیرے پاس آئے گا، تیرا چراغ روشن رہے گا، تیری دعا سے قلع فتح ہو گا، خواجہ شمس الدین نے عرض کیا، جب یہ واقع ہو گا، تو حضور کو غسل کون دے گا؟ فرمایا، غسل تم دوگے، پھر فرمایا، غم تم مت کرو، سب انتظام ہو جائے گا، یہ الفاظ سن کر خواجہ شمسؒ کی آنکھیں آنسوؤں کے بوجھ سے جھک گئیں۔

چنانچہ ۱۳/ ربیع الاول ۶۹۰ھ (مطابق ۲۱/ مارچ ۱۲۹۱ء) کو بروز چہار شنبہ بعد نماز ظہر آپ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا۔

ڈھائی سو سال کے بعد برق جلال کی مستوری

ڈھائی سو (۲۵۰) سال تک متواتر یہی صورت حال رہی، کہ کلیر کے قرب وجوار میں کوئی متنفس بھی نہ پھٹک سکا، آخر دسویں صدی ہجری میں حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کو اشتیاق پیدا ہوا، اور عازم کلیر ہوئے، مزار مقدس کا فاصلہ ایک میل باقی رہ گیا تھا، تو برق جلال نظر آئی، مگر آپ آگے بڑھتے ہی چلے گئے، نصف فاصلہ طے کیا تھا، کہ برق جلال نہایت شدت سے چمکی، آپ کا شوق اور بڑھا، تیسری دفعہ تو کڑک چمک نے دل ہلا دیا، آنکھیں خیرہ ہو گئیں، آپ ہر بار منت سے عرض کرتے کہ خادم بڑی تمنا سے حاضر ہو رہا ہے، آخر بجلی غائب ہوئی، ایسی کہ پھر نہ چمکی، آپ نشان مزار پر پہونچ گئے، فاتحہ پڑھی اور سر جھکا کر بیٹھ گئے، یکایک آپ پر استغراق کی کیفیت طاری ہوئی، حجابات اٹھ گئے، دیکھا، مخدوم صاحب سامنے تشریف فرما ہیں، اور فرمارہے ہیں کہ عبد القدوس! چونکہ تم میرے طریق پر تھے، اس لئے تمہیں یہاں تک پہونچنے کی اجازت دے دی گئی، شیخ نے عرض کیا کہ تمام مخلوق حضور کی زیارت کی آرزومند ہے، اگر آپ برق جلال کو نور جمال سے تبدیل کر دیں، تو مخلوق عالم زیارت مزار کی سعادت حاصل کرے، حکم ہوا، بہتر ہے ہم اپنے جلال کو چھپائے لیتے ہیں، آئندہ نشان جمال ہی کا ظہور ہوگا، اب سب کو آنے کی اجازت ہے، اسی اثنا میں شیخ کی وہ حالت استغراق جاتی رہی، اور منظر نگاہوں کے سامنے سے ہٹ گیا، اس کے بعد شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ نے مزار پختہ بنوایا اور مجاور وہاں رہنا شروع ہوئے[43]۔

---

[43]۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۵۳ تا ۱۵۹ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۸۰ تا ۱۸۲ شیخ زکریا کاندھلویؒ۔ حضرت منورویؒ کی ذکر کردہ بہت سی تفصیلات میرے پاس موجود کتابوں میں نہیں ہیں، حضرت کے پیش نظر جو مآخذ تھے ان تک میری رسائی نہیں ہو سکی۔

(۲۱)

تاج العارفین خواجہ شمس الدین ترک پانی پتیؒ

آپ خلیفہ و جانشین حضرت مخدوم علاء الدین صابرؒ کے تھے، پانی پت کے صاحب ولایت تھے، اور علم ظاہری و باطنی میں بے مثل تھے، آپ کے فیوض و برکات بہت زیادہ ہیں، پانی پت میں مزار اقدس ہے، ۱۹/ شعبان کو ۷۱۶ھ (مطابق ۱۳/ نومبر ۱۳۱۶ء) کو وصال ہوا[44]

(۲۲)

شیخ العارفین حضرت خواجہ جلال الدین پانی پتیؒ

آپ کا نسب حضرت عثمان غنیؓ تک منتہی ہوتا ہے، آپ بے انتہا کشف و کرامت رکھتے تھے، آپ نے چالیس (۴۰) سال سفر میں گذارے، اور مکرر حج کئے، بیسیوں مشائخ عہد سے نعمت حاصل کی، آپ صاحب ثروت تھے، صدہا لوگ آپ کے یہاں کھاتے تھے، مگر خود آپ فقر و فاقہ میں بسر کرتے تھے، ۱۳/ ربیع الاول ۷۶۵ھ (مطابق ۲۷/ دسمبر ۱۳۶۳ء) کو وفات پائی، مزار مبارک پانی پت میں ہے[45]۔

---

[44] ۔ آپ کا وصال جمہور کے قول کے مطابق ۷۱۵ھ / ۱۳۱۵ء میں ہوا، بعض نے ۷۱۶ھ مطابق ۱۳۱۶ء یا ۷۱۸ھ مطابق ۱۳۱۸ء اور ۷۱۹ھ مطابق ۱۳۱۹ء بھی نقل کیا ہے، مہینہ کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے، ۱۹/ شعبان المعظم، یا ۱۰ جمادی الاولیٰ یا جمادی الثانیہ، (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۶۳ تا ۱۶۹ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۸۲ تا ۱۸۴ شیخ زکریا کاندھلویؒ)

[45] ۔ بعض لوگوں نے تاریخ وفات ۱۳/ ذی قعدہ ۷۶۵ھ مطابق ۱۹/ اگست ۱۳۶۴ء درج کی ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۳۷ تا ۲۳۹ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۸۴ تا ۱۸۶ شیخ زکریا کاندھلوی)

(۲۳)

حضرت خواجہ عبدالحق رودولویؒ

آپ پیشوائے مشائخ عصر تھے، آپ کی کرامات بہت مشہور ہیں، ۱۵/جمادی الثانیہ ۸۳۷ھ (مطابق ۱۴/فروری ۱۴۳۴ء) کو وصال فرمایا۔ شیخ احمد عارف قدس سرہ آپ کے خلیفہ تھے، حضرت خواجہ محمد عارف خلیفہ حضرت شیخ عبدالحق رودولویؒ آپ کے سجادہ تھے، ۸۸۵ھ جمادی الثانیہ (مطابق اگست ۱۴۸۰ء) میں وصال فرمایا، مزار شریف رودولی شریف میں ہے [46]

(۲۴)

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ مشائخ ہند میں صاحب مراتب تھے، آپ مادرزادولی تھے، جو منہ سے نکلتا وہ خدا قبول فرماتا، قوت لایموت کے لئے مشغلہ زراعت اختیار کر رکھا تھا، آپ کے مرید و خلیفہ کثرت سے تھے، (۲۰/جمادی الثانیۃ ۹۴۵ھ (مطابق ۲۲/نومبر ۱۵۳۸ء) میں وفات پائی، گنگوہ میں مزار شریف ہے [47]۔

---

[46] - اخبارالاخیار ص ۳۹۴ تا ۳۹۸ مؤلفہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ☆ خزینۃ الاصفیاء ص ۲۷۳ تا ۲۷۸ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۸۶ تا ۱۹۰ مؤلفہ حضرت شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ

[47] - آپ کا وصال چوراسی (۸۴) سال کی عمر میں بحالت نماز ۲۰/جمادی الثانیۃ ۹۴۴ھ مطابق ۳/دسمبر ۱۵۳۷ء کو ہوا (یہ آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ رکن الدینؒ کی کتاب "لطائف قدوسی" کے مطابق ہے) بعض لوگوں نے ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء لکھا ہے (حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۵۸ حاشیہ مؤلفہ مولانا شاہ زوار حسینؒ)، بعض نے ۲۳/جمادی الثانیہ ۹۴۴ھ مطابق ۶/ دسمبر ۱۵۳۷ء اور بعض نے ۹۴۰ھ / ۱۵۳۳ء لکھا ہے، ایک قول ۹۲۵ھ / ۱۵۱۹ء کا بھی ہے، مگر شیخ زکریا

(۲۵)

حضرت خواجہ رکن الدینؒ

مرید و خلیفہ شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کے تھے، اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ میں تھے، عالم باعمل اور شیخ کامل تھے، تمام عمر طاعت و عبادت، درس و تدریس اور ذکر و سماع میں گذری، ۱۵/ ذی الحجہ ۹۷۵ھ (مطابق ۲۰/ جون ۱۵۶۸ء) کو وفات پائی، مزار اقدس گنگوہ ضلع مظفر نگر میں ہے[48]۔

(۲۶)

حضرت شیخ عبد الاحدؒ

آپ صاحب کشف و کرامت تھے، شغل درس و تدریس تھا، تمام رات مراقب رہتے، بیس (۲۰) سال گوشۂ عزلت میں عبادت کی، ۲۴/ رجب ۱۰۲۱ھ (مطابق ۱۹/ ستمبر

صاحبؒ نے اول الذکر ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء کے قول کو ترجیح دی ہے (اخبار الاخیار ص ۴۵۰ تا ۴۵۴ مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۹۳ تا ۲۰۹ مؤلفہ حضرت شیخ محمد زکریاؒ، بحوالہ خزینۃ الاولیاء، انوار العاشقین، تعلیم الدین، افاضات یومیہ، السنۃ الجلیۃ، حق السماع)

48- آپ کی تاریخ وصال میں ۹۷۲ھ مطابق ۱۵۶۴ء نیز ۹۸۳ھ مطابق ۱۵۷۵ء کے اقوال بھی منقول ہیں (نزھۃ الخواطر ج ۴ ص ۴۱۱ مؤلفہ حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی ☆ حضرت مجدد الف ثانی ص ۵۸ مؤلفہ شاہ زوار حسین، بحوالہ زبدۃ المقامات ص ۱۰۱، ۱۰۲ ☆ تذکرہ اکابر گنگوہ ج ۱ ص ۱۸۲ تا ۱۸۴ مرتبہ مفتی خالد سیف اللہ گنگوہی، ناشر: مکتبہ شریفیہ گنگوہ، ۱۴۳۵ھ)

۱۶۱۲ء) میں وفات پائی [49]، مزار مبارک سرہند شریف میں ہے، آپ حضرت امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندیؒ کے والد بزرگوار ہیں۔

ان سے آگے باقی بزرگوں کے حالات کتاب "مختصر حالات نقشبندیہ مجددیہ" میں چھپ چکے ہیں۔

---

[49] - دیگر کتابوں کے مطابق آپ نے اسی (۸۰) سال کی عمر میں ۱۷/ رجب المرجب ۱۰۰۷ھ مطابق ۱۳/ فروری ۱۵۹۹ء کو وصال فرمایا، بعض مؤرخین نے آپ کی تاریخ وصال ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۰۰۷ھ مطابق ۲۶/ دسمبر ۱۵۹۸ء بھی لکھی ہے، اولاد اور مریدین کے علاوہ کئی اہم تصنیفات (مثلاً کنوز الحقائق، اسرار التشہد) یادگار چھوڑیں (تاریخ و تذکرہ خانقاہ سرہند شریف ص ۲۰۹ تا ۲۱۵ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا)

اذکار واشغال کا بیان

جو بزرگان چشتیہ نے تصفیۂ قلب اور تجلیات روح کے واسطے تجویز کئے ہیں، طریق آپ کا یہ ہے کہ بعد نماز تہجد کے توبہ اور استغفار، عجز وانکسار سے کرکے اور ہاتھ اٹھاکے یہ دعا:

اللھم طھر قلبی عن غیرک ونور قلبی بنور معرفتک ابداً یااللہ یااللہ یااللہ

بحضور قلب تین بار تکرار کرے، اور گیارہ بار استغفار اور گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر چار زانو بیٹھے اور کمر سیدھی رکھے اور نہایت حرمت و تعظیم کے ساتھ بہ خوش الحانی ذکر شروع کرے، سر کو قلب کی زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت کے واقع ہے، جھکا کے کلمۂ لا کو قوت اور سختی سے دل کے اندر سے کھینچ کر اور الٰہ کو داہنے مونڈھے پر لے جاکر سر کو پشت کی طرف مائل کرکے تصور کرے کہ غیر اللہ کو دل میں سے نکال کر پس پشت ڈال دیا، اور دم کو چھوڑ کر لفظ الا اللہ کی ضرب زور اور سختی کے ساتھ دل پر مارے، اسی طرح نفی اثبات کو دو سو (۲۰۰) بار کہے اور اس ذکر میں نو (۹) بار لا الٰہ الا اللہ اور دسویں بار محمد رسول اللہ ﷺ کہے، اس کے بعد لمحہ دو لمحہ مراقب ہوکر تصور کرے کہ فیضان الٰہی عرش سے میرے سینہ میں آتا ہے، پھر ذکر اسم ذات اللہ اللہ کا کرے، اس طرح سے آنکھیں بند کرکے سر کو داہنے مونڈھے پر لاکر لفظ مبارک اللہ اللہ کی دونوں ضرب جہر اور قوت سے دل پر دو سو (۲۰۰) بار مارے، اس کے بعد تین بار کلمۂ طیبہ اور ایک بار کلمۂ شہادت کہہ کے درود شریف اور استغفار گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھے، اور دعا مانگے کہ الٰہی! تو ہی میرا مقصود ہے، اور تیری رضا مطلوب ہے، ترک کیا میں نے دنیا اور آخرت کو تیرے لئے، اپنی نعمتیں عطا کر بحق شجرۂ پیران چشت۔

شجرۂ عالیہ چشتیہ

یاخدا اپنے جمال کبریا کے واسطے　　سرورِ عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے
اپنی الفت کر عطا کل اولیا کے واسطے

کچھ نہیں مطلب دو عالم کے گل و گلزار سے　　کر مشرف مجھ کو تو دیدار پر انوار سے
مصطفیٰ کے واسطے خیر الوریٰ کے واسطے

دور کر دل سے حجاب جہل و غفلت میرے سب　　کھول دے دل پر در علم حقیقت میرے سب
ہادئ عالم علیؓ مشکل کشا کے واسطے

کر عنایت مجھ کو توفیق حسن اے ذوالمنن　　تا کہ ہوں سب کام میرے تیری رحمت سے حسن
شیخ حسن بصریؒ امام الاولیاء کے واسطے

کر میرے دل سے تو واحد اب دوئی کا حرف دور　　دل میں اور آنکھوں میں بھر دے سر بسر وحدت کا نور
خواجہ عبد الواحدؒ زید شہا کے واسطے

راہ زن میرے ہیں دو قزاق با گرز گراں　　تو پہونچ فریاد کو میری کہیں اے مستعاں
شہ فضیل ابن عیاضؒ اہل دعا کے واسطے

نے طلب شاہی کی نے خواہش گدائی کی مجھے　　بخش اپنے در تلک طاقت رسائی کی مجھے
شیخ ابراہیم ادہمؒ بادشاہ کے واسطے

عیش و عشرت سے دو عالم کی نہیں مطلب مجھے　　چشم گریاں سینہ بریاں کر عطا یارب مجھے
شیخ حذیفہ مرعشیؒ صاحب صفا کے واسطے

ہے مرے تو پاس ہر دم لیک میں ہوں بے خبر　　بخش وہ نور بصیرت جس سے تو آوے نظر
بو ہبیرہؒ شاہ بصری پیشوا کے واسطے

شادی و غم سے دو عالم کے مجھے آزاد کر   اپنے درد و غم سے یارب دل کو میرے شاد کر

خواجۂ ممشاد علویؒ بو العلا کے واسطے

حد سے گزرا درد فرقت اب تو اے پروردگار   کر مری شام خزاں کو وصل سے روز بہار

شیخ ابو اسحاق شامیؒ خوش ادا کے واسطے

صدقہ احمدؐ کے یہ ہے امید تیری ذات سے   تو بدل کر دے مرے عصیاں کو اب حسنات سے

احمد ابدال چشتیؒ با سخا کے واسطے

مست اور بے خود بنا بوئے محمدؐ سے مجھے   محترم کر خوارئ کوئے محمد سے مجھے

بو محمدؒ محترم شاہ دلا کے واسطے

رحم کر مجھ پر تو اب چاہ ضلالت سے نکال   بخش عشق و معرفت کا مجھ کو یارب ملک و مال

شاہ بو یوسفؒ شہ شاہ و گدا کے واسطے

آتش شوق اس قدر دل میں مرے بھر اے ودود   ہر بن مو سے مرے نکلے تری الفت کا دود

خواجۂ مودود چشتیؒ پارسا کے واسطے

دور کر مجھ سے غم موت و حیات مستعار   زندہ کر ذکر شریف حق سے اے پروردگار

شہ شریف زندنیؒ با اتقا کے واسطے

یاالٰہی بخش ایسا بے خودی کا مجھ کو جام   جس سے جز عشق نبیؐ مجھ کو نہ ہووے اور کام

خواجۂ عثمانؒ با شرم و حیا کے واسطے

بے طرح ہے نفس و شیطاں در پئے ایمان و دین   جلد ہو یارب میرا آکر مددگار و معین

شہ معین الدیںؒ حبیب کبریا کے واسطے

عشق کی رہ میں ہوئے جو اولیاء اکثر شہید   خنجر تسلیم سے اپنے مجھے بھی کر شہید

خواجہ قطب الدینؒ مقتول ولا کے واسطے

دے ملاحت مجھ کو حق تمکینئ ایمان سے   اور حلاوت بخش تو گنج شکر عرفان سے
شہ فرید الدیں شکرؒ گنج بقا کے واسطے

اے میرے اللہ رکھ ہر وقت ہر لیل و نہار   عشق میں اپنے مجھے بے صبر و بے تاب و قرار
شیخ علاء الدین صابرؒ بارضا کے واسطے

ہے مکدر ظلمت عصیاں سے میرا شمس دیں   کر منور نور سے عرفاں کے میرا شمس دیں
شیخ شمس الدین ترکؒ شمس الضحیٰ کے واسطے

دین و دنیا کا نہیں درکار کچھ جاہ و جلال   ایک ذرہ درد کا یا حق مرے دل میں تو ڈال
شہ جلال الدین کبیر الاولیاءؒ کے واسطے

کھول دے راہ طریقت قلب پر یارب میرے   کر تجلی حقیقت قلب پر یارب میرے
احمد عبد الحقؒ شہ ملک بقا کے واسطے

کر عطا راہ شریعت روئے احمدؐ سے مجھے   اور دکھا نور حقیقت خوئے احمدؐ سے مجھے
شیخ احمد عارفؒ صاحب عطا کے واسطے

کر معطر روح کو بوئے محمدؐ سے مری   اور منور چشم کو روئے محمدؐ سے مری
اے خدا شیخ محمدؒ رہنما کے واسطے

حب دنیاوی سے کرکے پاک مجھ کو اے حبیب   اپنے باغ قدس کی کر سیر تو میرے نصیب
عبد قدوسؒ شہ قدس و صفا کے واسطے

ہے یہی بس دین میرا اور یہی سب ملک و مال   یعنی اپنے عشق میں کر مجھ کو باجاہ و جلال
شاہ رکن الدیںؒ جلیل اصفیا کے واسطے

شرک و عصیان و ضلالت سے بچا کر اے کریم   کر ہدایت مجھ کو اب راہ صراط المستقیم
شیخ عبد الاحدؒ باصدق و صفا کے واسطے

حب حق حب الٰہی حب مولا حب رب　　　الغرض کر دے مجھے محو محبت سب کا سب

شہ مجدد الف ثانیؒ باخدا کے واسطے

داغ عصیان و جرائم سے نہ ہو خجلت مجھے　　　اتقا و عفت و عصمت کا دے خلعت مجھے

خواجۂ معصومؒ میر اصفیا کے واسطے

میں بنوں مرد مجاہد حق کی منزل کے لئے　　　سیف ہو میری زباں تردید باطل کے لئے

شاہ سیف الدینؒ تاج الاولیا کے واسطے

معصیت عصیاں نہ آئے بھول کر میرے قریب　　　روز و شب مجھ کو ترا ذوق عبادت ہو نصیب

حضرت نور محمدؒ پر ضیاء کے واسطے

مجھ کو از سر تا بہ پا کر مظہر صدق و صفا　　　ہو میری اولاد بھی ہو متقی و پارسا

جان جاناں شاہ مظہر میرزاؒ کے واسطے

ہو خیال ماسوا سے اے خدا ہر گز نہ کام　　　روز و شب ہر وقت ہر ساعت رہوں تیرا غلام

شہ غلام باعلیؒ مر درضا کے واسطے

کامل انسانیت کے حسن سے ہوں ارجمند　　　چرخ رفعت پر میرا انجم سعادت ہو بلند

بوسعیدؒ پاک نجم اہتدا کے واسطے

جلوۂ حسن مجازی میں حقیقت ہو عیاں　　　بن کے میں تیرا محب ہو جاؤں محبوب جہاں

حضرت احمد سعیدؒ مقتدا کے واسطے

بادۂ حسن تجلی سے مجھے مخمور کر　　　میرے دل کو معرفت کے نور سے معمور کر

مولوی شاہ عمرؒ صدق و صفا کے واسطے

اس طریقہ پر چلوں مطلق نہ ہو جس میں غلو　　　دے مجھے دنیا و عقبیٰ میں شرافت اور علو

حضرت بوالخیرؒ شاہ پر صفا کے واسطے

بندگی میں تیری استغراق ہو لیل ونہار   تیرے نیک وپاک بندوں میں ہو میرا بھی شمار

مرشد زید حسنؒ صاحب ولا کے واسطے

مبتدی ہوں کر میری تکمیل اے رب غفور   اور بشارت دے مجھے اپنے کرم کی اے غفور

عاجز و مسکین احمدؒ بے نوا کے واسطے

ان بزرگوں کے تیئں یارب غرض ہر کار میں   کر شفاعت کا وسیلہ اپنے تو دربار میں

مجھ ذلیل وخوار ومسکین وگدا کے واسطے

آپڑا در پہ ترے میں ہر طرف سے ہوں ملول   کر تو ان ناموں کی برکت سے دعا میری قبول

یاالٰہی اپنی ذات کبریا کے واسطے

ربناتقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین[50]

----

[50]- اس شجرہ کے بعض اشعار "روح الارواح" (مؤلفہ خواجہ شاہ فیضان احمد، رام پور سہارن پور) کے شجرۂ چشتیہ ناصریہ سے کچھ ترمیم کے ساتھ لئے گئے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ کئی شجرات کو سامنے رکھ کر حضرت منورویؒ نے یہ شجرۂ منظومہ چشتیہ مرتب کیا ہے واللہ اعلم بالصواب

مآخذ و مراجع

1-القرآن الکریم

2- دیوان نیاز بے نیاز ناشر: شاہ محمد حیدر اطہر میاں نیازی، جولائی ۲۰۰۴ء

3-خزینۃ الاصفیاء مؤلفہ مفتی غلام سرور

4-تاریخ مشائخ چشت مؤلفہ حضرت مولانا شیخ محمد زکریا صاحبؒ، ناشر: کتب خانہ اشاعت العلوم سہارن پور، ۱۳۹۳ھ

5-تذکرہ حضرت سید صاحب بانسویؒ مؤلفہ جناب محمد رضا انصاری

6- اردو ترجمہ "تذکرہ خواجگان چشت" (فارسی) مصنف: الہدیہ ابن شیخ عبد الرحیم، مترجم: محمد معین الدین دردائیؒ

7- مکمل سوانح عمری غریب نوازؒ یعنی نائب رسول اللہ فی الہند مؤلفہ ڈاکٹر ظہور الحسن شاربؔ، ناشر: ظفر الدین خان بک سیلر ڈیوڑھی بیگم آگرہ، پانچواں ایڈیشن ۱۹۷۸ء

8-ماہنامہ المنعم پٹنہ خواجہ غریب نواز نمبر جلد ۳ شمارہ ۳، ۴ مارچ اپریل ۱۹۸۱ء

9-نفحات الانس مؤلفہ حضرت عبد الرحمن جامیؒ

10- کشف المحجوب (مترجم از ابوالحسنات سید محمد احمد قادریؒ) مؤلفہ حضرت داتا گنج بخش لاہوریؒ، دیباچہ از حکیم محمد موسیٰ امرتسری، تحقیق و تخریج و تدوین: ڈاکٹر خالق داد ملک، وڈاکٹر طاہر رضا بخاری، ناشر مکتبہ شمس و قمر جامعہ حنفیہ لاہور، فروری ۲۰۱۲ء / ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

11-اخبار الاخیار مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، ترجمہ: مولانا سبحان محمود و مولانا محمد فاضل، ناشر: مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

12-تاریخ فرشتہ مؤلفہ محمد قاسم فرشتہ ،ترجمہ عبدالحی خواجہ (مشفق خواجہ)،ناشر: المیزان ،لاہور،۲۰۰۸ء)

13-تاریخ نظامی مؤلفہ پیر ضامن نظامی سید بخاری سابق سجادہ نشیں درگاہ حضرت نظام اولیاء ،ناشر: پیرزادہ خواجہ احمد نظامی، منیجت کتب خانہ نظامی دہلی

14-حضرت مجددالف ثانیؒ حاشیہ مؤلفہ مولاناشاہ زوار حسین

15-نزہۃالخواطر مؤلفہ حضرت مولاناعبدالحی لکھنوی

16-تذکرہ اکابر گنگوہ مرتبہ مفتی خالد سیف اللہ گنگوہی،ناشر: مکتبہ شریفیہ گنگوہ،۱۴۳۵ھ

18-تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف مؤلفہ محمد نذیر رانجھا

19-روح الارواح" مؤلفہ خواجہ شاہ فیضان احمد،رام پور سہارن پور